

ختم نبوت

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

ادارۃ اسلامیات لاہور

عرضِ ناشر

خَتْمِ بَنَوَات کے موضوع پر یوں تو ہر دور میں، اور اس دور میں خصوصاً، کافی تعداد میں چھوٹی بڑی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ جنہوں نے اس موضوع پر قادیانیوں کی جانب سے پیدا کئے جانے والے شبہات کا علمی طور پر خاتمہ کر دیا ہے۔

لیکن اُن گنت کتابوں میں سے خاص طور پر جن کتابوں کو قبولیت عامہ نصیب ہوئی۔ اُن میں سے ایک زیرِ نظر کتاب ہے۔

یہ کتاب بیٹھو طباعت پر چھپتی رہی ہے۔ اب ادارہ عکسی طباعت کے ساتھ مزید جاذبِ نظر انداز سے اُسے پیش کر رہا ہے۔ اُمید ہے کہ معنوی خوبیوں کے ساتھ ساتھ ظاہری زیبائش۔ اس کتاب کی قبولیت میں مزید اضافہ کرے گی۔

ناشرین

اشرف بہادر ندہ - لاہور



تمہید

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالْعَاقِبَةِ لِلْمُتَّقِیْنَ وَالصَّلٰوةُ
وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ
الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاصْحَابِہٖ وَازْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ
اَجْمَعِیْنَ وَعَلٰیہِمْ سَلَامٌ یَّارَحْمٰنُ الرَّحِیْمِ

آما بعد:- بندہ نابکار و گنہ گار محمد ادریس کاندھلوی کان اللہ لہ و
کان ہو للہ (آمین) اہل اسلام کی خدمت میں عرض پر داز ہے کہ ختم نبوت کا
عقیدہ ان اجماعی عقائد میں سے ہے کہ جو اسلام کے اصول اور ضروریات دین
میں شمار کئے گئے ہیں اور عہد نبوت سے لیکر اس وقت تک ہر مسلمان اس پر ایمان
رکھتا آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بلا کسی تاویل اور تخصیص کے خاتم
النبیین ہیں اور یہ مسئلہ قرآن کریم کی صریح آیات اور احادیث متواترہ اور
اجماع امت سے ثابت ہے۔ جس کا منکر قطعاً کافر مانا گیا ہے اور کوئی تاویل
و تخصیص اس بارہ میں قبول نہیں کی گئی۔

امت محمدیہ میں سب سے پہلا اجماع جو ہوا وہ اسی مسئلہ پر ہوا کہ مدعی
نبوت قتل کیا جائے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخیر زمانہ میں میلہ کذاب
نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ صدیق اکبرؓ نے خلافت کے بعد سب سے پہلا کام جو
کیا وہ یہ تھا کہ میلہ کذاب کے قتل اور اس کی امت کے مقابلہ اور مقاتلہ

کے لئے خالد بن الولید سیف اللہ کی سرکردگی میں صحابہ کرام کا ایک لشکر روانہ کیا۔ اس بارے میں نہ کسی نے تردید کیا اور نہ کسی نے یہ سوال کیا کہ مسلمان کس قسم کی نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ مستقل نبوت کا مدعی ہے یا ظلی اور بروزی نبوت کا مدعی ہے اور نہ کسی نے مسلمان سے اس کی نبوت کے دلائل و براہین پوچھے اور نہ معجزات کا مطالبہ کیا۔ صحابہ کرام کا لشکر مسلمان کذاب سے جہاد کے لئے پیامہ روانہ ہوا۔ اس مقابلہ اور معرکہ میں جو لوگ مسلمان کے ساتھ میدان کارزار میں آئے تھے ان کی تعداد چالیس ہزار مسلح جوانوں کی تھی جن میں سے اٹھائیس ہزار مارے گئے اور مسلمہ بھی مارا گیا۔ باقیماندہ لوگوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ خالد بن الولید بہت سا مال غنیمت لے کر مظفر و منصور مدینہ واپس آئے۔

یہاں ایک امر قابل غور ہے وہ یہ کہ صدیق اکبرؓ نے اس نازک وقت میں مدعی نبوت اور اس کی امت سے جہاد و قتال کو یہود اور نصاریٰ اور مشرکین سے جہاد و قتال پر مقدم سمجھا۔ جس سے معلوم ہوا کہ مدعی نبوت اور اس کی امت کا کفر یہود اور نصاریٰ اور مشرکین کے کفر سے بڑھا ہوا ہے۔ عام کفار سے صلح ہو سکتی ہے ان سے جزیہ قبول کیا جاسکتا ہے مگر مدعی نبوت سے نہ کوئی صلح ہو سکتی ہے اور نہ اس سے کوئی جزیہ قبول کیا جاسکتا ہے۔ اس وقت اگر آج کل جیسے سیاسی لوگ ہوتے تو حضرت ابو بکر صدیقؓ کو مشورہ دیتے کہ ابھی تفرقہ مناسب نہیں۔ مسلمان کذاب اور اس کی امت کو ساتھ لے کر یہود اور نصاریٰ کا مقابلہ کرنا چاہیئے۔ حضرت مولانا الشاہ سید محمد انور کشمیری قدس اللہ سرہ فرمایا کرتے تھے کہ مسلمان کذاب اور مسلمان پنجاب کا کفر فرعون کے کفر سے بڑھ کر ہے۔

اس لئے کہ فرعون مدعی الوہیت تھا اور الوہیت میں کوئی التباس اور اشتباہ نہیں ادنیٰ عقل والا سمجھ سکتا ہے کہ جو شخص کھانا اور پیتا اور سوتا اور جاگتا اور ضروریات انسانی میں مبتلا ہوتا ہے وہ خدا کہاں ہو سکتا ہے؟ مسلمان مدعی نبوت تھا اور انبیاء کرام جنس بشر سے تھے اس لئے ظاہری بشریت کے اعتبار سے سچے نبی اور جھوٹے نبی میں التباس ہو سکتا ہے اس لئے مدعی نبوت کا فتنہ مدعی الوہیت کے فتنہ سے کہیں اہم اور اعظم ہے اور ہر زمانہ میں خلفاء اور سلاطین اسلام کا یہی معمول رہا کہ جس نے نبوت کا دعویٰ کیا اسی وقت اس کا سر قلم کیا۔

اہل حق نے اس فتنہ کے استیصال کے لئے جو سعی اور جدوجہد ممکن تھی اس میں دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرح مدعی نبوت سے جہاد باسیف والسان تو ارباب حکومت کا کام ہے اور جہاد قلمی اور لسانی یہ علماء حق کا کام ہے۔ سوا الحمد للہ علمائے اس جہاد میں کوئی کوتاہی نہیں کی تقریر اور تحریر سے ہر طرح سے مدعی نبوت کا مقابلہ کیا۔ مسلمانوں کی اب دلی تمنائیں اور دعائیں یہ ہیں کہ اے پروردگار تو نے اپنی رحمت سے یہ اسلامی حکومت (پاکستان) عطا فرمائی۔ اب ہم کو کوئی ایسا امیر عطا فرما کہ جو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرح پاکستان کو مسلمہ قادیان اور اسود ہندی کے فتنہ سے پاک فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ کوئی امیر اس سنت کو زندہ تو کر کے دیکھے انشاء اللہ ثم انشاء اللہ ابو بکر کی طرح دنیا ہی میں اپنی آنکھوں سے عزت ہی عزت دیکھے گا اور آخرت کی عزتیں اس کے سوا ہیں جو وہم و گماں سے بھی بالا اور برتر ہیں۔

ختم نبوت کے موضوع پر علماء نے بہت سی مختصر اور مفصل کتابیں تحریر

فرمائیں جس میں سب سے زیادہ مفصل اور جامع اور محکم کتاب مخدوم و مکرم محب محترم مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی سابق مفتی دارالعلوم دیوبند کی تالیف لطیف ہے جس کے تین حصے ہیں۔ ختم النبوة فی القرآن، ختم النبوة فی الحدیث، ختم النبوة فی الآثار۔ تمام مسلمانوں سے میری استدعا ہے کہ اس کتاب کو ضرور دیکھیں نہایت جامع اور مفید کتاب ہے۔

ہر زمانہ میں علماء کا طریق رہا ہے کہ ایک ہی موضوع پر ہر عالم اپنے اپنے علم کے مطابق کتاب تالیف کرتا رہا اور ہر ایک نے بارگاہِ خداوندی سے علی حسب المراتب اجر حاصل کیا۔ حضرات اہل علم متون حدیث اور شروح حدیث اور کتب تفاسیر پر ایک اجمالی نظر ڈالیں بلاشبہ سب کی سب یہ

عبارت ناشستی و حسنک واحد

وکل الی ذاک الجمال یشیر

(ہماری عبارتیں مختلف ہیں اور تیز احسن ایک ہے مگر ہر عبارت اس حسن و جمال کی طرف اشارہ کرتی ہے۔)

کا مصداق ہیں ع۔

ہر گلے راز رنگ و بوئے دیگر است

اس لئے اس ناچیز نے ارادہ کیا کہ جو جماعت اس وقت مدعی نبوت اور اس کی اُمت سے جہاد لسانی اور قلمی میں مصروف ہے اس ناچیز کا شکستہ قلم بھی اس جماعت کے ساتھ اسی میدان میں پہنچ جائے۔

مجاہدین کی معیت موجب صد خیر و برکت اور باعث نزول رحمت ہے

خصوصاً جب کہ یہ ناچیز نسباً والد محترم کی جانب سے صدیقی اور والدہ مکرمہ کی جانب سے فاروقی ہے اسلئے اس خیال نے اور بھی قلب کو ختم نبوت کے موضوع پر قلم اٹھانے کے لئے جوش دلا یا حق تعالیٰ شانہ کی توفیق اور تیسیر کی دست گیری سے یہ ایک مختصر رسالہ لکھا جس میں ایک خاص التزام کیا وہ یہ کہ ختم نبوت کے دلائل میں آیات اور احادیث دونوں کو ساتھ ملا کر بیان کیا ہے اس لئے کہ بسا اوقات قرآن کریم میں کسی شے کی طرف اجمالی اشارہ ہوتا ہے جس پر بسا اوقات تنبیہ نہیں ہوتا اور حدیث میں اس کی تفصیل ہوتی ہے اس لئے دلائل کے سلسلے میں پہلے آیت کو نقل کیا جس میں ختم نبوت کی طرف اجمالی اشارہ تھا اور اس کے بعد متصلاً حدیث شریف کو ذکر کیا جس میں اُس اجمالی اشارہ کی توضیح اور تشریح تھی اب آیت اور حدیث کے یکجا ہو جانے سے اہل علم اور اہل فہم کو تنبیہ ہو جائیگا۔ کہ یہ آیت کس طرح ختم نبوت کی طرف اشارہ کر رہی ہے اور نیز آیت اور حدیث کے یکجا ہونے سے ناظرین پر یہ بھی واضح ہو جائیگا کہ حدیث کس طرح قرآن کریم کی تفسیر ہے۔ حق جل شانہ کا ارشاد ہے۔

وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لَتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ۔ اور ہم نے آپ پر قرآن نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کے لئے اس کی توضیح اور تفسیر فرمائیں۔

شیخ محی الدین بن عربی فرماتے ہیں کہ قرآن کریم اگرچہ عرب کی زبان میں اترا لیکن رسول کے بیان کی ضرورت اسلئے ہوئی کہ ہر کلام میں کچھ نہ کچھ اجمال ضرور ہوتا ہے اسی وجہ سے کتابوں کی شرح اور ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کی ضرورت ہوئی اس لئے حق تعالیٰ نے فقط کتب الہیہ اور صحف سماویہ

کے اتارنے پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ انبیاء کے بیان اور تفسیر کو بھی اُن کے سامنے
 ملا یا۔ پس حضرات انبیاء کتاب الہی کے مجملات کی تفصیل اور بیان میں حق تعالیٰ
 شانہ کے قائم مقام ہیں۔ کذا فی المواقیت ۱: الجواہر جلد ۲ صفحہ ۳۲ مبحث ۳۳۔
 لہذا آیت کی سب سے زیادہ مستند اور معتبر تفسیر وہی ہوگی جو آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہوگی یہ کیسے ممکن ہے کہ جس پر آیت کا نزول ہو
 وہ تو آیت کے معنی نہ سمجھے اور قادیان کا ایک دہقان کہ جو بد عقل اور بد فہم
 ہونے کے علاوہ عربی زبان سے بھی کما حقہ واقف نہ ہو وہ آیت کا مطلب سمجھ
 جائے۔ نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام تو آیت کا مطلب نہ سمجھیں اور نبی
 قادیان کے کوٹ پتلون والے صحابہ آیت کا صحیح مطلب سمجھ جائیں۔

حضرت الاستاذ مولانا الشاہ السید محمد انور قدس اللہ سرہ نے وفات سے
 چند روز پیشتر فارسی زبان میں ایک مختصر رسالہ خاتم النبیین کے نام سے تحریر
 فرمایا جس میں آیہ خاتم النبیین کی تفسیر فرمائی اور عجیب تفسیر فرمائی۔ ناچیز نے
 اس رسالہ کے لطائف اور معارف اپنی اس تالیف میں لے لئے ہیں۔ اور مسک
 الختام فی ختم النبوة علی سید الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام اسکا نام رکھا ہے۔
 حق تعالیٰ شانہ سے ملتی ہوں کہ وہ اس تالیف کو قبول فرمائے رَبَّنَا
 تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ
 الرَّحِیْمُ

دلیل اول

قال اللہ عزوجل مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا
 ترجمہ سار محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں،
 لیکن اللہ کے رسول اور سب پیغمبروں کی مہر یعنی آخری نبی ہیں اور
 ہے اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا۔

شان نزول | زمانہ جاہلیت سے عرب میں یہ رسم چلی آتی تھی کہ متبنیٰ یعنی
 منہ بولے بیٹے کو حقیقی اور نسبی بیٹے کے برابر سمجھتے تھے کہ جس طرح حقیقی بیٹے
 کے مرجانے یا طلاق دینے کے بعد باپ کے لئے بیٹے کی بیوی سے نکاح حرام
 ہے اسی طرح متبنیٰ کے مرجانے یا اس کے طلاق دینے کے بعد متبنیٰ کی بیوی
 سے باپ کے لئے نکاح حرام ہے۔

زید بن حارثہ جو اصل میں شریف النسب تھے بچپن میں کوئی ظالم ان کو
 پکڑ کر لے گیا اور غلام بنا کر ان کو مکہ مکرمہ کے بازار میں فروخت کر گیا۔ حضرت خدیجہ
 نے زید کو خرید لیا اور کچھ روز بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سہہ کر دیا جب ہوشیار
 ہو گئے اور تجارتی سفر کے سلسلے میں اپنے وطن کے قریب سے گزرے تو بعض اقا
 کو پتہ بالاخر ان کے والد اور ان کے بھائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
 میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ معاوضہ لے کر زید کو ہمارے حوالے کر دیا جائے
 آپ نے ارشاد فرمایا کہ معاوضہ کی کوئی ضرورت نہیں۔ اگر خوشی سے تمہارے

ساتھ جانا چاہیے تو میری جانب سے بالکل اجازت ہے۔ باپ اور چچا نے زید سے دریافت کیا، زید نے کہا میں آپ سے جدا ہونا نہیں چاہتا۔

سبحان اللہ

اسیرش خواہد رہائی زبند شکارش نجومید خلاص از کند
آپ مجھے اولاد سے بڑھ کر عزیز رکھتے ہیں اور باپ سے زیادہ مجھ سے محبت فرماتے ہیں۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زید کو آزاد کر دیا اور اپنا متبنی بنالیا۔ عرب کے دستور کے مطابق تمام لوگ زید کو، زید بن محمد کہہ کر پکارنے لگے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

وَمَا جَعَلَ أَدْعِيَاءَكُمْ أَبْنَاءَكُمْ اور نہیں بنایا اللہ نے تمہارے پالکوں
ذَلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِأَفْوَاهِكُمْ وَاللَّهُ کو تمہارے بیٹے۔ یہ محض تمہاری بات ہے
يَقُولُ الْحَقُّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيلَ جو اپنے منہ سے کہتے ہو اللہ ہی حق کہتا
أَدْعُوهُمْ لِأَبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ ہے اور وہی سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔
عِنْدَ اللَّهِ ط لے پالکوں کو ان کے باپ کی طرف نسبت

کر کے پکار کر د اللہ کے نزدیک یہی ٹھیک انصاف ہے۔

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد صحابہؓ نے ان کو زید بن محمد کہنا چھوڑ دیا۔ زید بن حارثہ کہنے لگے۔ بعد ازاں حضرت زید کا نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چھوٹی زاد بہن حضرت زینبؓ سے ہوا۔ مگر جب کسی طرح موافقت ہوئی تو حضرت زید نے حضرت زینبؓ کو طلاق دیدی۔ حضرت زید کے طلاق دیدینے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم خداوندی حضرت زینبؓ سے نکاح

فرمایا تاکہ جاہلیت کی رسم ٹوٹے اور لوگوں کو یہ مسئلہ معلوم ہو جائے کہ متبہی کی بیویوں سے نکاح حلال ہے اور آئندہ کسی مسلمان کو اس میں کسی قسم کا انقباض خاطر نہ رہے۔

آپ کا نکاح فرمانا تھا کہ جاہلوں اور منافقوں نے طعن شروع کیا کہ اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔
مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا

جس میں ان کے طعن کا جواب دیا گیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے نسبی اور حقیقی باپ نہیں کہ وہ شخص آپ کا نسبی اور صلبی بیٹا ہو اور اس کی بیوی سے آپ کا نکاح حرام ہو اور قاسم اور طیب و طاسر اور ابراہیم بچپن میں ہی وفات پا گئے اُن کے بڑے ہونے کی نوبت نہیں آئی کہ ان کو رَجُل یعنی مرد کہا جاتا اس لئے آیت شریفہ میں مِّنْ رِّجَالِكُمْ فرمایا اور مَن ذَكَرَكَ يَمْنُ ابْنَاءَكَ يَمْنُ اَوْلَادَكَ نہیں فرمایا۔ لہذا جب زید آپ کے نسبی بیٹے نہ ہوئے تو ان کی مطلقہ سے بلاشبہ نکاح جائز ہوگا اور اس پر طعن کرنا سراسر نادانی ہوگی۔ غرض یہ کہ آپ نسبی حیثیت سے کسی کے باپ نہیں لیکن روحانی حیثیت سے آپ سب ہی کے باپ ہیں اس لئے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور رسول امت کا روحانی باپ ہوتا ہے جیسا کہ ایک قرأت میں ہے وَاَزْوَاجَهُمْ هَاتَمٌ وَهُوَ ابُ لَهْمٍ اور اس اعتبار سے سب آپ کے روحانی بیٹے ہیں اور اس روحانی ابوت میں آپ تمام پیغمبروں سے

بہتر اور برتر ہیں۔ اس لئے کہ آپ تمام نبیوں کی مہر اور آخری پیغمبر ہیں قیامت تک آپ کی نبوت اور آپ ہی کی روحانی ابوت کا دور دورہ رہیگا۔ یہ ہرگز نہ ہوگا کہ آپ کے بعد اور کوئی نبی مبعوث ہو اور امت آپ کے ظل عاطفت سے نکل کر اس جدید نبی کی زیر ابوت اور زیر تربیت آجائے ظاہری حیثیت سے اگرچہ حضرت آدم پہلے نبی اور پہلے رسول ہیں مگر روحانی اور نورانی حیثیت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی سب سے پہلے نبی اور سب سے پہلے رسول ہیں۔ سب سے پہلے آپ ہی کا نور پیدا ہوا۔ آدم علیہ السلام کا ابھی خمیر ہی تیار ہو رہا تھا کہ روحانی طور پر آپ نبی ہو چکے تھے۔ غرضیکہ روحانی طور پر تو آپ پہلے روحانی باپ ہیں اور ظاہری طور پر آپ ہی تمام عالم کے لئے قیامت تک روحانی باپ ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کی مصلحت کو خوب جانتا ہے جو حکم دیتا ہے وہ سراسر حکمت اور مصلحت ہی ہوتا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اخیر زمانے میں امتی ہونے کی حیثیت سے آئینگے اُن کی آمد نبی ہونے کی حیثیت سے نہ ہوگی۔ تمام عمل درآمد شریعت محمدیہ ہی پر ہوگا۔ شریعت عیسویہ پر عمل نہ ہوگا بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آنا علامت اس بات کی ہے کہ انبیاء کے تمام افراد و اشخاص ختم ہو چکے اس لئے پہلے نبی کو لانا پڑا۔ اس آیت شریفہ کا مقصود اس امر کا اعلان کرنا ہے کہ نبوت آپ پر ختم ہو گئی۔ گذشتہ زمانہ میں یکے بعد دیگرے انبیاء آتے رہے مگر آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا اور جس آخری نبی کی انبیاء کرام پیشین گوئی کرتے آئے اور لوگ اُس آخری نبی کے منتظر ہے اس آیت میں اس کا اعلان کر دیا گیا کہ وہ آخری نبی جس کا انتظار تھا وہ آپ کا

اب اس کے بعد کوئی نبی منتظر نہیں رہا۔ یہی وہ آخری نبی ہیں جن کا لوگوں کو انتظار تھا۔

قرآن کریم نے جا بجا کیے بعد دیگرے انبیاء کے آنے کی اور سلسلہ نبوت کے جاری رہنے کی اور یکے بعد دیگرے انبیاء و رسل کے آنے کی اطلاع دی ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اگر ختم نبوت کا اعلان فرما دیا۔ اگر حضور کے بعد بھی سلسلہ نبوت کا جاری ہوتا تو ختم نبوت کے اعلان کی بجائے بقار نبوت کی اطلاع دی جاتی اور یہ بتلایا جاتا کہ انبیاء سابقین کی طرح آپ کے بعد بھی انبیاء و رسل آئیں گے بلکہ قرآن اور حدیث نے یہ اعلان کر دیا کہ آپ آخری نبی ہیں اور آپ کی امت آخری امت ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ آپ کسی کے جسمانی باپ نہیں بلکہ روحانی باپ ہیں اور روحانی باپ کسی ایک دو کے نہیں بلکہ تمام عالم کے روحانی باپ ہیں اور نکاح کی حلت و حرمت کا دار و مدار جسمانی ابوت پر ہے۔ روحانی ابوت پر نہیں۔ روحانی ابوت پر عظمت و حرمت و شفقت و عنایت کے احکام مرتب ہوتے ہیں۔ مثلاً استاذ اور پیر روحانی باپ ہیں اور شاگرد اور مرید روحانی بیٹا ہے مگر نکاح کی حلت و حرمت کے احکام یہاں جاری نہیں ہوتے۔

آیت مذکورہ کے پہلے جملہ میں ابوت جسمانیہ کی نفی فرمائی اور دوسرے جملہ میں یعنی ذلک ترسول اللہ میں ایک شبہ کا ازالہ فرمایا جو پہلے جملہ سے پیدا ہوتا تھا وہ یہ کہ ابوت کی نفی سے شفقت کی نفی کا شبہ ہوتا تھا کہ شاید جب ابوت منتفی ہوگئی تو شفقت پوری جو ابوت کا خاصہ لازمہ ہے۔ وہ بھی

منقہ ہو جائے تو ارشاد فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہارے ساتھ جہانی
 ابوت کا علاقہ نہیں لیکن علاقہ نبوت و رسالت ہے اور رسول امت کا روحانی
 باپ ہوتا ہے جو شفقت اور عنایت میں جہانی باپ سے کہیں بڑھ کر ہوتا ہے
 اور چونکہ بیٹا باپ کا وارث ہوتا ہے اس لئے اثبات ابوت تو ریث نبوت
 کو موہم تھی اس لئے شبہ کے ازالہ کے لئے دَخَا تَحَرَّ النَّبِيِّینَ کا لفظ بڑھایا کہ
 اُمت اگرچہ آپ کی روحانی اولاد ہے مگر منصب نبوت کی وارث نہ ہوگی۔
 منصب نبوت آپ پر ختم ہو گیا۔ امت میں کوئی شخص بھی قیامت تک اس
 منصب کا وارث نہ ہوگا۔ البتہ امت کے علماء و صلحاء کمالات نبوت کے
 وارث ہونگے مگر منصب نبوت کا کوئی وارث نہ ہوگا۔ نبوت اور رسالت ختم
 ہو چکی قیامت تک یہ منصب کسی کو نہیں دیا جائے گا۔ یا یوں کہو کہ آپ کی
 کمال شفقت بیان کرنے کیلئے یہ لفظ بڑھایا گیا کہ ہر نبی اپنی اُمت پر شفیق
 اور مہربان ہوتا ہے مگر آپ شفقت میں سب سے بڑھے ہوئے ہیں اس
 لئے کہ گذشتہ انبیاء کرام کو یہ توقع تھی کہ ہم سے اگر کوئی چیز رہ جائے گی۔
 تو بعد میں آنیوالے نبی اس کی تکمیل کر دیں گے مگر آخری نبی کو یہ توقع نہیں
 ہو سکتی اسلئے وہ اپنی اُمت کو وعظ اور نصیحت اور ارشاد اور تلقین میں کوئی
 دقیقہ اٹھانہ رکھے گا۔ آپ کی مثال اس باپ کی سی ہے کہ جس کی اولاد کیلئے
 اس کے بعد کوئی نگران اور خبرگیراں نہ ہو۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب
 دنیا سے رخصت ہوئے تو امت کیلئے ایسی کامل اور مکمل شریعت چھوڑی کہ اب
 اس کے بعد کسی نبی کی ضرورت نہیں رہی اسلئے کہ جب آپ کی شریعت موجود

ہے تو گویا آپ خود بہ نفس نفیس موجود ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے ہوئے نبوت کا دعویٰ بے حیائی اور ڈھٹائی ہے۔

آیت مذکورہ کی تفسیر | آیت مذکورہ کو اچھی طرح سمجھنے کیلئے چند امور کا سمجھنا ضروری ہے ایک خاتم کے معنی ہوم

نبی اور رسول میں فرق، سوم النبیین میں الف لام کس قسم کا ہے ؟
خاتم بالفتح اور خاتم بالکسر متعدد معنی کے لئے مستعمل ہوتا ہے
امراؤل | نگیلئے انگشتی، مہر، آخر قوم۔ لیکن امۃ لغت نے اور علماء عربیت نے تصریح کی ہے کہ لفظ خاتم جب کسی قوم یا جماعت کی طرف مضاف ہوگا تو اس کے معنی صرف آخر اور ختم کرنے والے کے ہونگے۔ لہذا آیت مذکورہ میں چونکہ خاتم کی اضافت نبیین کی طرف ہو رہی ہے اسلئے اس کے معنی آخر النبیین اور تمام نبیوں کے ختم کرنے والے کے ہوں گے۔

اور خاتم کا مادہ ختم ہے جس کے معنی ختم کرنے اور مہر لگانے کے آتے ہیں اور مہر لگانے کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ کسی شے کو اس طرح بند کیا جائے کہ اندر کی چیز باہر نہ آسکے اور باہر کی چیز اندر نہ جاسکے۔ کما قال تعالیٰ خَتَمَ اللہُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں پر مہر لگا دی کہ کفر اندر بند ہو گیا کہ اب اندر سے باہر نہیں نکل سکتا اور باہر سے کوئی ہدایت اندر نہیں جا سکتی اور مہر چونکہ سب اغیر میں لگتی ہے اسلئے یہ لفظ اختتام اور انتہا پر دلالت کے لئے ضرب المثل بن گیا ہے کما قال تعالیٰ یُسْقَوْنَ مِنْ سَرَابٍ مُّخْتَلِمٍ خَمْطُهُ مِثْلُ یعنی اہل جنت کو جو شراب دی جائے گی وہ سر بہر ہوگی، کہ

اندر کی خوشبو اور لطافت باہر نہیں آسکے گی اور باہر سے کوئی چیز اسکے اندر نہیں ہوسکیگی کہ اس کی لطافت میں کمی آجائے۔ متنبی کہتا ہے۔

أَرُوهُمْ وَقَدْ خَتَمْتَ عَلَىٰ فُكُلِي

بِحُجَّتِكَ أَنْ يُحْلَلَ يَسْرًا سِقَاكَ

میں اس حال میں چلتا ہوں کہ تو نے میرے دل پر اپنی محبت کی ایسی مہر لگا دی ہے کہ اندر سے تو تیری محبت باہر نہیں نکل سکتی اور باہر سے کسی اور کی محبت اندر داخل نہیں ہوسکتی۔ اس آیت میں دو قرائتیں ہیں ایک خاتم بالکسر کی اور ایک خاتم بالفتح کی۔ فرق اتنا ہے کہ خاتم بالکسر صیغہ اسم فاعل ہے معنی ختم کرنے والا اور خاتم بالفتح اسم سے معنی آخر اور مہر اور حاصل دونوں قرائتوں کا ایک ہے وہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود باوجود انبیاء کو ختم کرنے والا، اور سلسلہ نبوت پر مہر کرنے والا ہے کہ آپ کے بعد کوئی اس سلسلہ میں داخل نہیں ہوسکتا اور آپ سے پہلے جو سلسلہ نبوت میں داخل ہو چکا وہ اس سلسلہ سے نکل نہیں سکتا۔ جاننا چاہیئے کہ ختم کا مفہوم ماقبل کے امتداد کو متقنی ہے اور لفظ انقطاع عام ہے اس میں ماقبل کا امتداد شرط نہیں اس لئے خاتم کی اضافت اشخاص کی طرف مناسب ہوئی اور انقطاع کی اسناد وصف نبوت و رسالت کی طرف مناسب ہوئی۔ اور جب یہ معلوم ہو گیا کہ ختم کا تعلق ماقبل کے ساتھ ہوتا ہے تو آپ کی خاتمیت کا تعلق انبیاء سابقین کے ساتھ ہو گا نہ کہ انبیاء لاحقین کے ساتھ۔ اس لئے آپ کی سیادت کا ظہور لیلۃ المعراج میں حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجتماع کے بعد ہوا۔ اور اسی طرح قیامت

کے دن آپ کی سیادت اور خاتمت کا ظہور اس طرح ہوگا کہ تمام اولین و آخرین جمع ہوں گے اور سلسلہ شفاعت حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگا۔ شب معراج اور روز قیامت میں انہیں انبیاء کا ذکر ہے جو آپ سے پہلے مبعوث ہوئے۔ آپ کے بعد مبعوث ہونے والے نبی کا کہیں نام و نشان نہیں۔

قال ابن عباس یريد لولح اختربه النبيين لجعلت له ابنا يكون بعده نبيا۔
 ابن عباس فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مراد یہ ہے کہ اگر میں آپ پر انبیاء کے سلسلہ کو ختم نہ کرتا تو آپ کو بیٹا عطا کرتا کہ جو آپ کے بعد نبی ہوتا۔
 و نرى عن عطاء ان الله لما حكم ان لا نبی بعدك لم يعطه ولدا ذكرا يصير رجلا (كذا في المعالج)
 عطاء سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب فیصلہ فرما دیا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا تو آپ کو کوئی ایسا لڑکا نہیں دیا جو آئندہ بلی کر مروجنے۔

امردوم

نبی اور رسول میں فرق | جمہور علماء کا قول یہ ہے کہ نبی عام ہے اور رسول خاص۔ اصطلاح شریعت میں رسول اس کو کہتے ہیں کہ جو اللہ کی طرف سے جدید کتاب یا جدید شریعت لے کر آیا ہو اور نبی وہ ہے جو بذریعہ وحی احکام خداوندی کی تبلیغ کرتا ہو۔ نبی کیلئے جدید کتاب اور جدید شریعت کا ہونا شرط نہیں کما قال اللہ تعالیٰ اِنَّا اَنْزَلْنَا التَّوْرَةَ

فِيهَا هُدًى وَنُورٌ يُحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ (کذا فی الاحکاف ص ۲۰ ج ۲) یہ آیت انبیاء بنی اسرائیل کے بارے میں اتاری کہ جو توریت اور شریعت موسویہ کے مطابق حکم دیتے تھے۔ نبی تھے مگر ان کے پاس نہ کوئی مستقل کتاب تھی اور نہ مستقل شریعت۔ خلاصہ یہ کہ رسول خاص ہے اور نبی عام ہے اور آیت میں لفظ خاتم النبیین کا ہے خاتم المرسلین کا نہیں۔ حالانکہ ظاہر کلام کا مقتضی یہ تھا کہ خاتم المرسلین فرماتے اس لئے کہ وَلَکِن تَرَسُولَ اللَّهِ کے بعد و خاتم المرسلین بظاہر زیادہ مناسب تھا، لیکن بجائے لفظ خاص (یعنی بجائے رسول کے لفظ عام استعمال فرمایا یعنی خاتم النبیین فرمایا تاکہ معلوم ہو جائے کہ آپ مطلقاً تمام انبیاء کے خاتم ہیں اور آپ پر مطلقاً نبوت ختم ہو گئی۔ مستقل ہو یا غیر مستقل، تشریحی ہو یا غیر تشریحی اور جب نبوت ختم ہو گئی تو رسالت کا ختم ہونا بدرجہ اولیٰ معلوم ہو گیا اس لئے کہ عام کی نفی خاص کی نفی کو مستلزم ہے۔

امرسوم

النبیین میں الف لام استغراق کا ہے اس لئے کہ علماء عربیت کی تصریح ہے کہ جو الف لام جمع پر داخل ہو وہ استغراق کے لئے ہوتا ہے۔ کما قال ابوالبقار فی کلیاتہ ص ۵۶۲

بجہر علماء اصول اور علماء عربیت یہ کہتے ہیں کہ الف لام تعریف کا غواہ مفرد پر داخل ہو یا جمع پر مفید استغراق ہوتا ہے الا یہ کہ

قال عامة اهل الاصول و العربیة لام التعریف سواء دخلت علی المفرد او الجمع

کوئی خاص معبود اور معین مراد ہو۔

تفید الاستغراق ۱۵۱۱

کان معبود ۱۰۔

اور جس شخص کو خدا تعالیٰ نے ذرا بھی عقل سے حصہ عطا فرمایا ہے۔ وہ سمجھ سکتا ہے کہ انبیاء میں الف لام عہد کا نہیں ہو سکتا اور نہ یہ معنی ہونگے کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم مخصوص اور معبود بنیوں کے خاتم ہیں۔ تمام انبیاء کے خاتم نہیں اور ظاہر ہے کہ یہ معنی بالکل لغو اور مہمل ہیں اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی شان امتیازی باقی نہیں رہتی اس لئے کہ اس معنی کے لحاظ سے تو ہر نبی کو کسی خاص قوم اور خاص خطہ کے اعتبار سے خاتم انبیاء کہہ سکتے ہیں۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا خصوصیت رہی اور اگر یہ کہا جائے کہ استغراق عرفی مراد ہے تو یہ بھی صحیح نہیں اس لئے کہ اصل استغراق میں استغراق حقیقی ہے اور استغراق عرفی مجاز ہے۔

حقیقت کے ہوتے ہوئے مجاز کی طرف رجوع نہیں کیا جاسکتا۔ علاوہ ازیں اشکال سابق پھر عود کر آئے گا اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ انبیاء میں الف لام استغراق کا ہے اور استغراق سے استغراق حقیقی مراد ہے تو معنی آیت کے یہ ہوں گے کہ آپ نبوت کے تمام افراد اور اشخاص کے خاتم ہیں۔ خواہ وہ مستقل نبی ہوں یا کسی کے تابع ہوں اور آپ حقیقتہً تمام انبیاء کے خاتم ہیں۔ آپ کے بعد قیامت ہوگی کسی قسم کا کوئی نبی آئیگا یا نہیں۔ اب اس آیت سے ہر قسم کی نبوت کا اختتام معلوم ہو گیا اور اس احتمال کی گنجائش نہیں رہی کہ آپ صرف نبوت مستقلہ کے خاتم ہیں۔

آیت مذکورہ کی تفسیر خود قرآن کریم سے خاتم النبیین کے جو معنی ہم نے بیان کیے یعنی آخر

النبیین کے، تمام ائمہ لغت اور علماء عربیت اور تمام علماء شریعت و عہد نبوت سے لیکر اب تک سب کے سب یہی معنی بیان کرتے آئے ہیں۔ انشاء اللہ ثم انشاء اللہ تعالیٰ ایک حرف بھی کتب تفسیر اور کتب حدیث میں اس کے خلاف نہ ملیگا۔ اب ہم مزید توضیح کے لئے اس آیت کی ایک دوسری قرأت پیش کرتے ہیں جس سے اور مزید وضاحت ہو جائے گی۔ وہ قرأت یہ ہے۔
والکن نبیاً ختم النبیین لیکن آپ ایسے نبی ہیں جنہوں نے تمام نبیوں کو ختم کر دیا۔

یہ قرأت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ہے جو تمام تفاسیر معتبرہ میں منقول ہے اس قرأت سے وہ تمام تاویلات اور تحریفات بھی ختم ہو جاتی ہیں جو مرزائی جماعت نے خاتم النبیین کے لفظ میں کی ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ ہم عن قریب ان تاویلات کا ذکر کر کے ان کا جواب دیں گے۔

اور جس طرح آیت شریفہ میں دو قسم کی قرأتیں ہیں۔ اسی طرح احادیث میں دو قسم کی روایتیں ہیں۔ بعض روایات میں خاتم النبیین کا لفظ آیا ہے اور بعض روایات میں ختم بنی النبیین اور ختم الی الانبیاء بصیغہ ماضی معروف اور مجهول آیا ہے جس کے صاف اور صریح معنی ختم کرنے کے ہیں اس میں کسی تاویل کی گنجائش ہی نہیں۔

آیت مذکورہ کی تفسیر حدیث شریف اہل احوال صحابہ سے

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

انہ سیکون فی امتی کذابون تحقیق میری امت میں تیس بڑے بڑے کذاب
ثلثون کلہم یزعمہ انہ نبی اور دجال ظاہر ہوں گے ہر ایک کا زعم یہ
وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی ہوگا کہ میں نبی ہوں اور حالانکہ میں خاتم
(مخاکمہ) النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اس حدیث میں غمزدہ کرنے سے چند باتیں معلوم ہوئیں۔
اولیٰ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امر کی پیشین گوئی فرمائی، کہ
آپ کے بعد صرف جھوٹے مدعیان نبوت پیدا ہونگے کوئی نبی پیدا نہ ہوگا۔ نبوت
مجھ پر ختم ہوگئی اگر کسی قسم کی نبوت باقی ہوتی تو یوں ارشاد فرماتے کہ میرے بعد
نبی بھی آئیں گے اور دجال و کذاب بھی۔ دیکھو اگر نبی ہو تو اس کی اطاعت کرنا
اور جو کذاب و دجال ہو اس سے پرہیز کرنا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا امت
کو مطلقاً صرف یہ ہدایت فرمانا کہ دیکھو جو شخص بھی میرے بعد نبوت کا دعویٰ
کرے بے تامل اس کو کذاب و دجال سمجھنا یہ اس امر کی صریح دلیل ہے کہ اب
آپ کے بعد کسی قسم کی نبوت باقی نہیں رہی۔

دوم یہ کہ وہ جھوٹے مدعی امتی اور محمدی ہونے کے مدعی ہوں گے جیسا کہ
سیکون فی امتی کذابون کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ اس کا

مطلب یہ ہے کہ یہ جھوٹے نبی لوگوں کو میری نسبت سے دھوکا دیں گے اسلئے کہ اگر علی الاعلان آپ سے اپنی نسبت اور تعلق کے انقطاع کا اعلان کریں تو پھر کوئی ان کے دھوکہ میں نہ آئے۔ آپ کی طرف اپنی نسبت کریں گے اور پھر اس دھوکہ سے لوگوں کو اپنی نبوت کی دعوت دیں گے۔

سوم یہ کہ آپ نے ان جھوٹے مدعیان نبوت کے جھوٹا ہونے کی دلیل یہ بیان فرمائی کہ وہ یہ گمان کرے گا کہ میں نبی ہوں اور حالانکہ میں آخری نبی ہوں معلوم ہوا کہ دجال اور کذاب ہونے کے لئے فقط دعوت نبوت کافی ہے کسی اور دلیل کی حاجت نہیں۔

حکایت

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں کسی شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اپنی نبوت پر دلائل پیش کرنے کیلئے مہلت مانگی تو امام اعظم نے فتویٰ دیا کہ جو شخص اس کی نبوت کی دلیل طلب کرے گا وہ کافر ہے اس لئے کہ وہ ارشاد نبوی "لا نبی بعدی" کا منکر اور مکذب ہے۔

چہاں یہ کہ جملہ "لا نبی بعدی" جملہ "انا خاتم النبیین" کی تفسیر ہے اور لافنی جنس کا ہے جو نکرہ پر داخل ہوا ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ میرے بعد یہ جنس ہی محتم ہے۔ اور جنس نبی کا کوئی فرد بھی میرے بعد مستحق نہ ہوگا اور چونکہ نبی عام ہے کہ خواہ صاحب شریعت ہو یا کسی کا تابع ہو اور رسول خاص ہے اس لئے لا نبی بعدی میں مطلق نبی کی نفی فرمادی کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا خواہ تشریعی ہو یا غیر

تشریحی۔ کیونکہ یہ تو مطلق نبی کی قسمیں ہیں اور جب سرے سے مقسم ہی نہ رہا تو قسمیں کہاں متحقق ہو سکتی ہیں اقسام کا بدو من مقسم کے اور افراد کا بدو من کلی کے پایا جانا عقلاً محال ہے۔

پنجم یہ کہ اس حدیث سے یہ امر بخوبی واضح ہو گیا کہ خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین کے ہیں اور یہ معنی نہیں کہ آپ انبیاء کی مہر یا زینت ہیں۔ اس لئے کہ حدیث کا یہ جملہ آپ نے مدعیان نبوت کے جھوٹے ہونے کی دلیل میں ارشاد فرمایا ہے کہ ان مدعیان نبوت کے جھوٹا ہونے کی دلیل یہ ہے کہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں اس لئے ان کا دعویٰ نبوت انکے جھوٹا ہونے کی دلیل ہے پس اگر خاتم النبیین کے معنی مہر اور زینت کیلئے جائیں تو ان کے جھوٹا ہونے کی دلیل کیسے ہوگی۔ بلکہ حدیث کے معنی یہ ہونگے کہ میرے بعد بہت سے کذاب اور دجال نبوت کا دعویٰ کریں گے اور حالانکہ میں نبیوں کی مہر ہوں میری مہر سے نبی نہیں گئے اور ظاہر ہے کہ یہ معنی بالکل لغو اور مہمل ہیں اور جملہ لانی بعدی کے صریح منافی ہیں بلکہ انا خاتم النبیین کے بعد لانی بعدی کا اضافہ اس امر کی صریح دلیل ہے کہ خاتم کے معنی مہر کے نہیں بلکہ آخر کے ہیں اور اسی طرح مسند احمد اور معجم طبرانی میں حدیث بن الیمان سے مرفوعاً یہ الفاظ مروی ہیں۔

انا خاتم النبیین لانی
میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کسی قسم کا
بعدی۔ کوئی نبی نہیں۔

اس روایت میں بھی خاتم النبیین کے بعد جملہ لانی بعدی بطور تفسیر مذکور ہے اور اسی وجہ سے اس جملہ کا پہلے جملہ پر عطف نہیں کیا گیا اس لئے کہ بلا غنت کا

قاعدہ ہے کہ جب جملہ ثانیہ جملہ اولی کیلئے عطف بیان ہو تو پھر عطف ناجائز ہو جاتا ہے۔ اسلئے کہ عطف نسق چاہتا ہے تغایر کو اور عطف بیان چاہتا ہے۔ کمال اتحاد کو اور کمال وحدت اور مغائرت جمع نہیں ہو سکتی۔ ایک اور حدیث لیجئے جس سے اس آیت کی تفسیر ہوتی ہے۔

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثلی ومثل الانبیاء مکمل قصیر احسن بنیانہ ترک منہ موضع لبنۃ فطاف بہ النظائر یتعجبون من حسن بنیانہ الا موضع تذلک اللبنۃ فکنت اناس دلت موضع اللبنۃ ختم فی النبیان وختم فی الرسل وفی الروایۃ فانا اللبنۃ وانا خاتم النبیین۔ متفق علیہ مشکوٰۃ شریف۔ باب فضائل سید المرسلین صلاوات اللہ سلامہ علیہ۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری اور انبیاء سابقین کی مثال ایک ایسے محل کی سی ہے کہ جو نہایت خوبصورت بنایا گیا ہو مگر اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی ہو۔ لوگ تعجب سے اس محل کو دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک اینٹ کی جگہ کیوں چھوڑ دی گئی؟ رسول نے اس اینٹ کی جگہ کو پُر کر دیا ہے اور وہ عمارت مجھ پر ختم ہوئی اور رسولوں کا سلسلہ بھی مجھ پر ختم ہوا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ قصر نبوت کی وہ آخری اینٹ

میں ہی ہوں اور میں عیوں کا ختم کرنے والا ہوں۔

ہر چیز کی ایک ابتدا ہوتی ہے اور ایک انتہا، اسی طرح عمارت نبوت کی بھی ایک ابتدا ہے اور ایک انتہا۔ اس عمارت کی ابتدا حضرت آدم علیہ السلام

سے ہوئی اور خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ عمارت ختم ہوئی۔ قصر نبوت کی تکمیل کے لئے ایک اینٹ کی جگہ باقی تھی آپ کی ذات برکات نے اس جگہ کو پورا کر دیا اور قصر نبوت کی عمارت بالکل مکمل ہو گئی اب اس میں کسی اینٹ کی جگہ باقی نہیں کہ اس میں کسی تشریعی یا غیر تشریعی نبوت کی اینٹ داخل ہو سکے۔ مرزا صاحب قصر نبوت میں اپنی ایک اینٹ داخل کرنا چاہتے ہیں لیکن وہاں کوئی جگہ نہیں۔ لہذا وہ اینٹ چونکہ قصر نبوت کا جزو نہیں بن سکتی۔ اس لئے اس کو کہیں ادھر ادھر پھینک دیا جائے گا۔ خدا سوچنے کا مقام ہے کہ جب آپ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم اور حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کے لئے قصر نبوت میں کسی قسم کی گنجائش نہ نکل سکی۔ سلیمۃ الہند اور اسود قادیان کے لئے کہاں جگہ نکل سکتی ہے۔ البتہ کفر اور دجل کی عمارت میں اس قسم کی اینٹ کو نہ کاہرا ہو سکتی ہے۔

ناظرین کرام پر مخفی نہیں کہ حدیث مذکور کا صاف اور واضح مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے قصر نبوت کی عمارت کو ختم کر دیا۔ مگر مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ نہیں ابھی قصر نبوت کی عمارت نامتام ہے اور بہت سی اینٹوں کی اس میں گنجائش ہے۔

خلاصہ کلام [یہ کہ خاتم النبیین کے معنی تو آخر النبیین ہی کے ہیں جس نبی پر یہ آیت اتری اُس نے اس آیت کے یہی معنی سمجھے اور یہی سمجھائے اور جن صحابہ نے اس نبی سے قرآن اور اس کی تفسیر پڑھی انہوں نے بھی یہی معنی سمجھے فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْفُرْ الغرض حق رُز روشن

کی طرح واضح ہے کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں اور اگر اس کے بعد بھی کوئی شک باقی رہے تو پھر میں وہی عرض کروں گا جو حضرت الاستاذ مولانا الشاہ سید محمد انور نور اللہ وجہد یوم القیامۃ وضرر الدین نے اپنے فارسی رسالہ خاتم النبیین ص ۶۲ میں تحریر فرمایا ہے :-

از حال این مخدولان چنان معلوم می
شود کہ اگر حق تعالیٰ سو گند خورد کہ مراد
من این است کہ من بعد او هیچ گونه
کدام نبی خواهم فرستاد گفتندے کہ ہاں
ہاں لفظ ہمین است کہ تو گفتی لیکن
مراد تو اینست کہ ایں سلسلہ را جاری
داری بطریق۔

ان بد نصیب اور محروم القسمت لوگوں کے حال
سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اگر حق تعالیٰ شاہ
بھی قسم کھا کہ فرمائیں کہ خاتم النبیین سے میری
مراد یہ ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں
بھیجوں گا تو یہ بد نصیب جواب میں کہیں گے
کہ ہاں ہاں یہ لفظ (خاتم النبیین) کا تو درست
ہے مگر آپ کی مراد یہ ہے کہ یہ سلسلہ نبوت
فلاں طریق سے اب جاری رکھیں گے۔

مرزا محمد علی لاہوری مرزائی نے اپنی
تفسیر میں اس امر کا صاف اعتراف کیا

مرزائی مفسر کا اعتراف و اقرار

ہے کہ ختم نبوت کے بارے میں جو احادیث آئی ہیں وہ آیت خاتم النبیین
کی تفسیر ہیں۔ چنانچہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں :-

”اور خاتم کے معنی مہر بھی ہیں اور آخر بھی اور کسی قوم کے خاتم اور خاتم سے
مراد ان میں سے آخری ہونا ہے ختام القوم و خاتمہم و خاتمہم آخرہم و خاتمہم
اور خاتم اور خاتم ہمارے نبی صلعم کے اسماء میں سے ہیں اور خاتم النبیین اور خاتم

النبیین کے معنی ہیں آخری نبی (دل) اور آپ کو خاتم النبیین کہا اسلئے کہ نبوت کو آپ کے ساتھ ختم کر دیا۔ (رخ) خاتم النبیین کے معنی لغت سے اوپر بیان ہو چکے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام ایک قوم ہیں اور کسی قوم کا خاتم یا خاتم ہونا صرف ایک ہی معنی رکھتا ہے یعنی ان میں سے آخری ہونا۔ پس نبیوں کے خاتم کے معنی نبیوں کی مہر نہیں بلکہ آخری نبی ہیں۔ یہاں ان سب احادیث کے نقل کرنے کی گنجائش نہیں جن میں خاتم النبیین کی تشریح کی گئی ہے یا جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی کا نہ آنا بیان کیا گیا ہے اور یہ احادیث متواترہ ہیں جو صحابہ کی ایک بڑی جماعت سے مروی ہیں اور امت کا اس پر اجماع ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی نہیں۔ حدیث اول جس میں لفظ خاتم النبیین کی تفسیر زبان نبوی سے مروی ہے متفق علیہ ہے مثلی و مثل الانبیاء مکمل رجل بنی بنیاناً فاحسنه واجمله الا موضع لبنۃ من نراوید فجعل الناس یطوفون به ویتعجبون له ویقولون ہلا وضعت ہذا اللبنۃ قال فانما اللبنۃ وانا خاتم النبیین۔ یعنی میری مثال اور نبیوں کی مثال ایک شخص کی مثال ہے جس نے ایک گھر بنایا اور اسے اچھا اور خوبصورت بنایا سوائے کونے کی اینٹ کے تو لوگ اس کے گرد گھومتے اور تعجب کرتے اور کہتے یہ اینٹ کیوں نہیں لگائی سو میں وہ اینٹ ہوں اور خاتم النبیین ہوں اور دوسری حدیث متفق علیہ میں لفظ خاتم النبیین کی تفسیر یوں کی ہے انہ سیکون فی امتی ثلاثون کذابون کلہم یزعم انہ نبی وانا خاتم النبیین لانہی بعدای یعنی میری امت میں تیس کذاب ہوں

گئے ہر ایک ان میں سے دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے اور میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تیسری حدیث میں جو مسلم ترمذی نسائی کی ہے یہ ذکر ہے کہ مجھے چھ چیزوں میں دوسرے انبیاء پر فضیلت دیکھی ہے جن میں سے چھٹی یہ ہے کہ خضر بنی النبیون یعنی میرے ساتھ نبی ختم کئے گئے ہیں۔ وہاں بجائے خاتم النبیین کے یہ لفظ رکھ کر بتا دیا کہ خاتم النبیین سے یہ مراد ہے نہ کچھ اور۔ وہ احادیث جن میں آپ کے آخری نبی ہونے کا ذکر ہے اور وہ بھی درحقیقت خاتم النبیین کی تفسیر ہی ہیں بہت سی ہیں۔ مثلاً ایک حدیث میں ہے کہ بنی اسرائیل میں نبی کے بعد نبی آتا تھا لیکن میرے بعد نبی نہ آئے گا بلکہ خلفاء ہونگے اور ایک حدیث میں ہے کہ میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن ہوتا۔ اور ایک میں ہے کہ علیؓ کی نسبت میرے ساتھ وہی ہے جو ہارون کی موسیٰ کے ساتھ لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور ایک میں ہے کہ میرا نام عاقب ہے اور عاقب وہ ہے کہ جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔ انا العاقب والعاقب لیس بعدا نبی اور ایک میں ہے کہ نبوت میں سے کچھ باقی نہیں رہا مگر مبشرات اور ایک میں ہے کہ نبوت اور رسالت منقطع ہو گئی اور دس حدیثوں میں ہے کہ لا نبی بعدی یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں اور ایسی حدیثیں جن میں آپ کو آخری نبی کہا گیا ہے چھ ہیں۔ اس قدر زبردست شہادت کے ہوتے ہوئے کسی مسلمان کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے سے انکار کرنا بیانات اور اصول دینی سے انکار ہے۔ انتہی کلامہ ۱۵۱۵ ج ۳۔

مرزائی مفسر سے ایک استفسار | مرزائی مفسر نے اخیر میں اس امر کا صاف

اقرار کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کا انکار اصول دین کا انکار ہے اور ظاہر ہے کہ اصول دین کا انکار صریح کفر ہے اب سوال یہ ہے کہ آیا مرزا صاحب ان آیات بینات اور اصول دینی کے منکر تھے یا نہیں مرزا صاحب کی بیشمار عبارات سے صاف طور پر ظاہر ہے کہ مرزا صاحب نبوت کے مدعی تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونیکے منکر تھے تو مرزا صاحب اس اصول دینی کے انکار کی بنا پر کافر ہوئے یا نہیں۔ نیز مرزا البشیر الدین احمد صاحب جو ختم نبوت کے منکر ہیں وہ آپ کے نزدیک کافر ہیں یا نہیں اور اگر نہیں تو باوجود اصول دین کے انکار کے کیوں کافر نہیں اور اگر کافر ہیں تو ان کی تکفیر کا اعلان ضروری ہے تاکہ عوام کو اشتباہ نہ ہے۔

نیز جو مسلمان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین سمجھتے ہیں اور مرزا صاحب کو نبی نہیں مانتے اُن کو تو آپ کافر سمجھتے ہیں اور جو لوگ مرزا صاحب کو نبی مانتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے منکر ہیں ان کو مسلمان سمجھتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے ؟

ختم نبوت پر مرزا صاحب کی تصریح اب میں یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ دعویٰ نبوت سے پہلے خود مرزا صاحب ختم نبوت کے قائل تھے اور خاتم النبیین کے یہی معنی سمجھتے تھے کہ جواب تک تمام امت نے سمجھے کہ آپ آخری نبی ہیں آپ کے بعد کوئی دوسرا نبی نہیں ہو سکتا۔

حجۃ البشری صفحہ ۶۶ و ۶۷ میں آیت (مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ) کی

تشریح کرتے ہوئے مرزا صاحب لکھتے ہیں: ”ہمارے نبی علیہ السلام خاتم النبیین ہیں۔ بغیر کسی استثنائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اگر آنحضرت کے بعد ہم کسی نبی کے ظہور کے مجوز بنیں گے تو نبوت کا دوازدہ بند ہونیکے بعد اسکے کھلنے کے قائل ہو جائینگے اور یہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ کی خلاف ہے۔ ہمارے نبی علیہ السلام کے بعد کسی طرح کوئی نبی آسکتا ہے۔“

حالانکہ آپ کے بعد وحی کا انقطاع ہو چکا ہے اور نبی آپ کیساتھ ختم ہو چکے ہیں اور ازالۃ الادہام صفحہ ۵۲۲ پر لکھتے ہیں کہ ”مسیح کیوں کر آسکتا ہے وہ رسول تھا اور خاتم النبیین کی دیوارِ رویش اس کو آنے سے روکتی ہے“ اور پھر اسی ازالۃ الادہام کے صفحہ ۵۳۴ پر لکھتے ہیں: ”لیکن وحی نبوت پر تو تیرہ سو برس سے مہر لگ چکی ہے کیا یہ مہر اس وقت ٹوٹ جائے گی؟“

اور حاتمۃ البشری صفحہ ۹۶ میں لکھتے ہیں ”وما کان لی ان ادعی النبوة وَاخِرُ من الاسلام والحق بقوم کافرین یہ مجھ سے کیسے ہو سکتا ہے کہ میں نبوت کا دعویٰ کر کے اسلام سے خارج ہو جاؤں اور کفار سے جا ملوں“

اور ازالۃ الادہام صفحہ ۳۱۰ پر لکھتے ہیں ”قرآن کریم بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا خواہ وہ نیا رسول ہو یا پُرانا کیونکہ رسول کو علم دین تو سب جبرئیل ملتا ہے اور بابِ نزولِ جبرئیل بہ پیرائے وحی رسالت مسدود ہے یہ بات خود معترف ہے کہ دنیا میں رسول تو آئے اور سلسلہ وحی رسالت نہ ہو“

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن کریم خاتم النبیین کے بعد نہ کسی نئے نبی کا آنا جائز رکھتا ہے اور نہ کسی پُرانے نبی کا۔ پس اگر مرزا صاحب

نبی ہیں تو تب نہیں آسکتے اور اگر پرانے نبی ہیں تو تب بھی نہیں آسکتے خود مرزا کے اقرار سے دروازہ بند ہے۔

حجۃ البشری صفحہ ۳۴ میں لکھتے ہیں: واما ذکر نزول عیسیٰ بن مریم فما کان لمؤمن ان یحمل هذا الاسم المذکور فی الاحادیث علی ظاہر معناه لانہ یخالف قول اللہ عزوجل مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبًا اَحَدٍ مِنْ رِجَالِ الْکَرِّ وَالْکُنْ رَسُوْلَ اللّٰهِ خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ الاتعلم ان السرب الرحیم المتفضل سمی نبینا صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء بغیر استثناء وفسرہ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم فی قولہ لا نبی بعدی بیان واضح للطالبین ولوجہ نزاع ظہور نبی بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم لہو نزاع انفتاح باب وحی النبوة بعد تخلیقہا وهذا خلف وكيف یجب نبی بعد رسولنا صلی اللہ علیہ وسلم وقد انقطع الوحی بعد وفاتہ وختم اللہ بہ النبیین انعتقد بان عیسیٰ الذی انزل علیہ الانجیل هو خاتم الانبیاء لا رسولنا صلی اللہ علیہ وسلم انعتقد ان ابن مریم یأتی وینسخ بعض احکام القرآن ویزید بعضا یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بارے میں کسی مسلمانوں کو جائز نہیں کہ اس کلام کو جو حدیث میں آیا ہے ظاہری معنی پر محمول کرے کیونکہ آیت مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبًا اَحَدٍ الْکَرِّ کے خلاف ہے کیا تم کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام خاتم الانبیاء رکھا ہے اور اس میں کسی کا استثناء نہیں کیا اور پھر اسی خاتم النبیین کی خود اپنے کلام میں تفسیر فرماتے ہوئے فرمایا لا نبی بعدی جو سمجھنے والوں کیلئے واضح بیان ہے۔ اگر ہم جائز رکھیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی آسکتا ہے تو لازم آتا ہے کہ دروازہ وحی نبوت کا

بند ہونے کے بعد کھل جائے۔ اور آپ کے بعد کوئی نبی کیسے آ سکتا ہے حالانکہ وحی نبوت منقطع ہو چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ تمام انبیاء کو ختم کر دیا ہے۔ کیا ہم اعتقاد رکھیں کہ عیسیٰ علیہ السلام آئیں اور وہی خاتم الانبیاء بنیں؟ ہمارے رسولؐ

مرزا صاحب کی ان تمام عبارات سے اور خصوصاً آخری عبارت سے یہ صاف ظاہر ہے کہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کے ہیں اور مقصود آیت کا یہ ہے کہ آپؐ کی آمد سے نبوت کا دروازہ بند ہو گیا ہے اور خاتم النبیین کے بعد نہ کوئی پُرانا نبی آ سکتا ہے اور نہ نیا نبی۔ اور مرزا صاحب نے یہ بھی تصریح فرمادی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خاتم النبیین کی تفسیر اپنے کلام میں لانا نبی بعدی سے فرمائی معلوم ہوا کہ خاتم النبیین اور لانا نبی بعدی میں باعتبار معنی کے کوئی فرق نہیں اسلئے کہ بیان اور مبتین اور تفسیر اور مفسر متحد بالذات ہوتے ہیں۔

ایک شبہ اور اس کا جواب | شبہ یہ ہے کہ مرزا صاحب کی یہ تحریرات نومبر ۱۹۰۷ء سے پیش آمد کی ہیں کہ جس وقت مرزا صاحب کو نبوت نہیں ملی تھی لہذا یہ تمام تحریریں منسوخ کہی جائیں گی۔

جواب

یہ ہے کہ نسخ عقائد میں جاری نہیں ہوتا نسخ احکام میں ہوتا ہے یہ ناممکن ہے کہ جو بات پہلے کفر کی تھی وہ بعد میں اسلام بن جائے۔ نیز انبیاء کفر سے قبل از نبوت بھی پاک ہوتے ہیں۔ نیز بد عقل اور بد فہم کبھی نبی نہیں ہو سکتا۔

مرزائی جماعت سے ایک سوال

مرزا صاحب کی ان تمام عبارات سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ دعوائے نبوت سے پہلے مرزا صاحب بھی خاتم النبیین کے معنے وہی سمجھتے تھے کہ جو تیرہ سو برس سے تمام دنیا کے مسلمان سمجھتے چلے آئے اور کسی نئے اور پرانے نبی کا آنا ختم نبوت کے منافی سمجھتے تھے اور ختم نبوت کے انکار اور ختم الانبیاء کے بعد دعوائے نبوت کو کفر بتلاتے تھے مرزا صاحب کا یہ پہلا عقیدہ تھا اور اب دعوائے نبوت کے بعد مرزا صاحب خاتم النبیین کے دوسرے معنی بیان کرتے ہیں جس کی بناء پر نبوت کا جاری ہونا ضروری ہو گیا اور جس مذہب میں وحی نبوت نہ ہو وہ شیطانی اور لعنتی مذہب کہلانے کا مستحق ہے اور یہ کہتے ہیں کہ جو شخص یہ کہے کہ رسول اللہ کے بعد کوئی نبی نہ ہو گا وہ کافر اور بے ایمان ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ خاتم النبیین کے کون سے معنی صحیح ہیں پس اگر خاتم النبیین کے بعد یعنی صحیح مہول رکہ جو مرزا صاحب نے دعوائے

نبوت کے بعد بیان کئے اور جس کی بناء پر نبوت کا جاری رہنا ضروری ہوا تو یہ لازم آئے گا کہ اس تیرہ صدی میں جس قدر بھی مسلمان اس عقیدہ پر گزرے وہ سب کافر اور بے ایمان مرے۔ گویا کہ عہد صحابہ سے لے کر اس وقت تک تمام امت کفر پر گوری اور دعوائے نبوت سے پہلے خود مرزا صاحب بھی جب تک اسی سابقہ عقیدہ پر رہے کافر ہے۔ دعوائے نبوت کے بعد مرزا صاحب کا ایمان صحیح اور درست ہوا۔ اب پچاس برس تک مرزا صاحب کافر و شرک کی گندگی میں آلودہ و رملوث

ہے اور عبادت اور بدعتی کے داغ سے داغی ہے کہ پچاس برس تک آیات اور احادیث کا مطلب غلط سمجھتے رہے اور تمام امت کا اس پر اجماع ہے کہ کافر اور غبی نبی نہیں ہو سکتا۔ اور جو شخص تمام امت کی تکفیر و تفسیل اور تحقیق و تجہیل کرتا ہو وہ بالاجماع کافر اور گمراہ ہے اور اگر خاتم النبیین کے پہلے معنی صحیح ہوں جو تمام امت نے سمجھے اور مرزا صاحب بھی دعوائے نبوت سے پہلے وہی سمجھتے تھے تو لازم آئے گا کہ پہلے لوگ تو سب مسلمان ہوں اور مرزا صاحب دعوائے نبوت کے بعد سابق عقیدہ کے بدل جانے کی وجہ سے خود اپنے اقرار سے کافر اور مرتد ہو جائیں۔ غرض یہ کہ خاتم النبیین کے جو نسے بھی معنی لئے جائیں۔ مرزا صاحب ہر صورت میں کافر ہیں۔

چند اہام اور اُن کا ازالہ | آیت خاتم النبیین کی تفسیر واضح ہو چکی ہے۔ اب اس میں کسی قسم کے شک اور شبہ کی گنجائش نہیں لیکن مرزا صاحبان باوجود حق واضح ہونے کے پھر بھی شک اور شبہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اُن اہام کا بھی ازالہ کر دیا جائے شاید حق تعالیٰ شانہ کی توفیق سے امر حق ان کی سمجھ میں آ جائے۔ وما ذلک علی اللہ بعبیز۔

وہم اوّل

اگر خاتم النبیین کے یہ معنی ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا تو اخیر زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول جو مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ ہے کیسے صحیح ہوگا۔

خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہو گا جیسے آخری
 ازالہ | اولاد اور آخری بیٹے کے یہ معنی ہیں کہ اس کے بعد کوئی بیٹا پیدا نہیں ہوا،
 اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ سے پہلے پیدا ہوئے اور آپ سے پہلے پیغمبر ہوئے۔
 البتہ مرزا صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ السلام کے بعد پیدا ہوئے لہذا مرزا صاحب کا وجود
 تو ختم نبوت کے منافی ہو گا لیکن حضرت عیسیٰ کا نزول ختم نبوت کے معارض نہ ہو گا۔
 حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں بہت سے پیغمبر پیدا ہوئے مگر سب سے اخیر میں آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ جب حضرت آدم علیہ
 السلام آسمان سے زمین پر اترے اور یہاں آکر ول گھرایا تو حضرت جبریلؑ نے
 اذان دی اور اس میں اشهد ان محمداً رسول اللہ کہا تو حضرت آدمؑ نے حضرت جبریلؑ
 سے پوچھا کہ محمد کون ہیں تو یہ جواب دیا:-

آخرو لدن الانبیاء (واہ جیسی) پیغمبروں میں آپ کے آخری بیٹے ہیں۔

یعنی آپ کی اولاد میں سب سے آخری نبی آپ پیدا ہوں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام
 آپ سے پہلے ہی ہو چکے البتہ ان کی عمر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ طویل
 ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے عدد ہا سال پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام
 زندہ آسمان پر اٹھائے گئے اور ابھی زندہ ہیں۔ اخیر زمانہ میں امت محمدیہ کا ایک
 مجدد ہونے کی حیثیت سے نازل ہوں گے مبی ہونے کی حیثیت سے نزول نہ ہو گا۔
 نزول کے بعد اپنی نبوت و رسالت اور اپنی کتاب یعنی انجیل اور اپنی شریعت
 کی طرف سے کسی کو دعوت نہیں دیں گے بلکہ خاتم النبیین کا نائب بن کر لوگوں کو خالص
 قرآن و حدیث کے احکام پر چلائیں گے اور خود بھی شریعت محمدیہ کے اتباع اور

پیروی کو اپنے لئے باعثِ مد و ناز سمجھیں گے۔ خاتم الانبیاء ہی کی شریعت کا دھکا بجائیں گے اس لئے شیخ اکبرؒ نے لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دو حشر ہونگے ایک حشر انبیاء و رسل کے زمرہ میں ہوگا اور دوسرا حشر امتِ محمدیہ کے زمرہ میں ہوگا

مرزا صاحب تریاق القلوب صفحہ ۱۵۶ میں لکھتے ہیں ضرور ہوا کہ وہ شخص جس

مرزا صاحب کا خود اقرار و اعتراف

پر یہ تمام و کمال دورہ آدمیت ختم ہو وہ خاتم الاولاد ہو یعنی اس کی موت کے بعد کوئی کامل انسان کسی عورت کے پیٹ سے نہ نکلے۔ پس جس طرح مرزا صاحب کے نزدیک خاتم الاولاد کے یہ معنی ہیں کہ اس کے بعد عورت کے پیٹ سے کوئی پیدا نہ ہو اسی طرح خاتم النبیین کے یہ معنی ہوں گے کہ آپ کے بعد کوئی نبی عورت کے پیٹ سے پیدا نہ ہو۔ اور ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آپ سے پہلے پیدا ہوئے۔ مقامِ تعجب اور مقامِ حیرت ہے کہ کسی پرانے نبی کا آنا خاتم النبیین کے مخالف ہو مگر قادیان میں کسی ایسے نبی اور رسول کا آنا جو تمام انبیاء و مرسلین بلکہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اعلیٰ اور افضل ہو یہ خاتم النبیین کے خلاف نہ ہو۔ مفضل نبی کی آمد کے لئے تو آمد کا دروازہ بند ہے اور تمام انبیاء سے افضل اور برتر کی آمد کے لئے دروازہ کھلا ہوا ہے۔ بلکہ حق تو یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آنا اس بات کی علامت ہے کہ اب سلسلہ انبیاء میں کوئی فرد اور کوئی عدد باقی نہیں رہا اس لئے پہلے ہی نبی کو لانا پڑا۔

وہم دوم

خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں کہ آپ نبیوں کی مہر ہیں اور آپ کے بعد آپ کی مہر اور تصدیق اور اتباع سے قیامت تک نبی بنتے رہیں گے۔

یہ شبہ بالکل لغو اور مہمل ہے۔ لغت اور قواعد عربیت کے بھی خلاف **الام** ہے۔ ورنہ لازم آئے گا کہ خاتم القوم کے معنی یہ ہوں کہ جس کی مہر سے قوم بنے اور خاتم المہاجرین کے معنی یہ ہوں کہ جس کی مہر سے مہاجر بنیں اور خاتم الاولاد کے معنی یہ ہوں کہ جس کی مہر اور تصدیق اور اتباع سے اولاد بنے سبحان اللہ کیا عجیب و غریب حقائق و معارف ہیں۔

حق تعالیٰ شانہ کا تو مقصد یہ ہے کہ آپ کو اس لئے خاتم النبیین بنا کر بھیجا تاکہ سلسلہ نبوت ختم ہو اور مرنا صاحب یہ فرماتے ہیں کہ اس لئے نہیں بلکہ انبیاء نرانی اور پیغمبر سازی یعنی نبی بنانے کے لئے آپ کو بھیجا۔ علاوہ ازیں یہ مہمل تاویل حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت و لکن نبیا ختم النبیین اور ان احادیث میں جن میں آخر الانبیاء اور لانی بعدی کا لفظ آیا ہے نہیں چل سکتی نیز خاتم کے معنی ختم کرنے والے کے ہیں پس اگر آپ کی مہر یا اتباع سے نبی بننے لگیں تو آپ خاتم نبوت نہ ہو گئے بلکہ فاتح نبوت ہونگے یعنی نبوت کا دوازہ کھولنے والے ہونگے۔

وہم سوم

مرزا صاحب ضمیمہ حقیقۃ الوحی ص ۲۶ پر لکھتے ہیں کہ میں ظلی طور پر محتمد ہوں

پس اس طور سے خاتم النبیین کی مہر نہیں ٹوٹی۔

ازالہ ہو گیا اور مہر بھی نہیں ٹوٹی۔ اللہ تعالیٰ نے نبوت پر مہر لگائی مگر مرزا صاحب نے نبوت کو اس طرح ہوشیاری سے چڑایا کہ چوری بھی کر لی اور خدا کی لگائی ہوئی مہر اسی طرح رہی۔ کیا یہ حق جل شانہ کے ساتھ تمسخر نہیں۔ جو شخص بادشاہ کے ساتھ اتحاد کا دعویٰ کرے اور بادشاہ کا لقب اپنے لئے ثابت کرے بلاشبہ وہ شخص باغی اور قابلِ گروں زدنی ہے۔ نیز حضرات انبیاء اگرچہ نور نبوت کے اعتبار سے سب متحد ہیں۔ کما قال اللہ تعالیٰ لَا تَفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ رُسُلِهِ لیکن شخصیت کے اعتبار سے بلاشبہ اشخاص متغائرہ ہیں۔ ہر نبی کی ذات بابرکات علیحدہ اور جدا ہے۔ زمانہ ہر ایک کا جدا، مکان ہر ایک کا جدا، صفات اور معجزات ہر ایک سے جدا۔ اسی تغائر شخصی کی بناء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین کہا گیا تاکہ معلوم ہو جائے کہ ختم نبوت کا دار و مدار روحانی اتحاد پر نہیں بلکہ شخصی تغائر پر ہے اور یہ واضح ہو جائے کہ اجراء نبوت یعنی دعویٰ پیغمبری کے لئے مجاہد اتحاد کا دعویٰ ذرہ برابر مفید نہیں۔ کون نہیں جانتا کہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام میں اتحاد نہیں تھا لیکن باوجود کمال اتحاد و محبت اور باوجود کمال اخوت و صداقت کے موسیٰ علیہ السلام اپنے مقام پر تھے اور ہارون علیہ السلام اپنے مقام پر نیسر اگر بالفرض و التقدير یہ ثابت ہو جائے کہ اس شخص کو حقیقتاً نہ کہ سیاستہ فنانی الرسول کا مقام حاصل ہے تب بھی اس کو نبی کا لقب نہیں مل سکتا۔ اس لئے کہ اگر فنانی الرسول کی وجہ سے غیر تشرعی اور غیر مستقل نبی کا لقب مل سکتا ہے۔

تو مستقل رسول اور مستقل نبی کا لقب کیوں نہیں مل سکتا، اور فنا فی اللہ کی وجہ سے اللہ اور خدا کا لقب کیوں نہیں مل سکتا۔

ظلی اور بروزی نبوت کا عنوان محض فریب ہے۔

ختم نبوت کا مسئلہ چونکہ قرآن اور حدیث متواتر اور اجماع امت سے ثابت ہے، اس لئے مرزا صاحب نے ان نصوص قطعہ کی ظاہری مخالفت سے بچنے کے لئے ایک جدید راہ نکالی، اور دعوائے نبوت کی پردہ پوشی کے لئے ایک جدید اصطلاح اختراع کی کہ جس کا کہیں کتاب سنت اور اقوال صحابہ اور علماء امت میں کوئی نام و نشان نہیں، وہ یہ کہ میں حضور کے خاتم النبیین ہونے کا قائل ہوں، اور میری نبوت محض ظلی اور بروزی نبوت ہے، یہ سب ہو کہ اور فریب ہے۔ اور درحقیقت مراد حقیقی نبوت ہے۔ مرزا صاحب کی بے شمار عبارات سے صاف ظاہر ہے کہ مرزا صاحب تشریحی اور مستقل نبوت کے مدعی ہیں، جن پر مفصل کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ مرزا صاحب حقیقة النبوة صفحہ ۲۶۵ و ۲۶۶ میں بحوالہ ایک غلطی کا ازالہ لکھتے ہیں۔

”میں کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو درحقیقت خاتم النبیین تھے، مجھے رسول اور نبی کے لفظ سے بکا راجانا کوئی اعتراض کی بات نہیں، اور نہ اس سے مہر خاتمیت ٹوٹتی ہے۔ کیونکہ میں بارہا بتلا چکا ہوں کہ میں بموجب آیت ذَاخِرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں، اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمدؐ اور احمدؑ رکھا ہے، اور مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی وجود قرار دیا ہے۔“

پس اس طور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء ہونے میں میری نبوت سے کوئی تنزیل نہیں آیا کیونکہ سایہ اپنی اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا۔

اس عبارت میں مرزا صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عینیت کا دعوے کیا ہے کہ میں بعینہ محمد رسول اللہ ہوں۔ دنیا کا کون نادان اس کو قبول کر سکتا ہے کہ قادیان کا ایک دیہقان بعینہ سید الانس والجان ہو اور پھر اس پر یہ دلیل کہ سایہ اپنی اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا۔ نہ معلوم اس سے کیا مراد ہے؟ اگر یہ مراد ہے کہ سایہ اور ذی سایہ بالکل عین اور متحد ہوتے ہیں تو سرسبز بڑا ہمت اور عقل کے خلاف ہے۔ ظل اور اصل کا عین اور متحد ہونا بدیہی البطلان ہے اور اگر یہ مراد ہے کہ ذی ظل کی کوئی صفت اور کوئی شان اس میں آجائے، تو اس اعتبار سے یہ مطلب ہوگا کہ حضور کی صفات نبوت اور کمالات رسالت کا ایک سایہ اور پر توہ ہوں تو اس سے نہ نبوت ثابت ہوتی ہے اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اتحاد اور عینیت کا دعوے ثابت ہو سکتا ہے۔ حدیث میں ہے السلطان ظل اللہ فی الارض۔ بادشاہ زمین میں اللہ کا سایہ ہے۔

تو کیا اس سے خلفاء اور سلاطین کا بعینہ خدا ہونا ثابت ہو جائے گا۔
• علاوہ ازیں یہ ظلیت امت محمدیہ کے تمام علماء اور صلحاء کو حاصل ہے۔ اس میں مرزا صاحب کی کیا خصوصیت؟ امت میں جو بھی کمال ہے وہ حضور ہی کی نبوت کا سایہ اور پر توہ ہے۔

یہ کہ مرزا صاحب نے محض اپنی پردہ پوشی کے لئے اس قسم کے تبلیغیں خلاصہ کلام | امیر عنوان اختیار کئے کبھی اپنے آپ کو ظلی نبی ظاہر کیا۔ اور

کبھی بروزِ نبوت کی بنا کہ عوام اور سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکہ دے سکیں کہ میری نبوت خاتم النبیین کے خلاف نہیں ورنہ درحقیقت مرزا صاحب اپنی نبوت کو تمام انبیاء کی نبوت سے افضل اور اعلیٰ سمجھتے ہیں مگر اہل علم اور اہل فہم خوب جانتے اور سمجھتے ہیں کہ اس قسم کی تبلیغات اور ملمع کاریوں سے حقائقِ شرعیہ نہیں بدل سکتے۔ یہ ظلی اور مجازی اور بروزِ نبوت کی اصطلاح محض مرزا صاحب کی اختراع ہے۔ کتابِ سنت اور اقوالِ صحابہ اور تابعین میں کہیں اس کا نام و نشان نہیں۔ کسی قسم کی نبوت کا بھی اگر کوئی دروازہ کھلا ہوا ہوتا تو سب سے پہلے اُن مقدس اور پاک ہستیوں پر کھلتا کہ جو شمعِ نبوت پر پروانوں کی طرح گئے اور آپ کے عشق اور محبت میں ایسے غرق اور فنا ہوئے کہ اولین اور آخرین میں کہیں اس کی نظیر نہیں جس طرح آپ پر نبوت ختم ہوئی اسی طرح آپ پر محبوبیت اور آپ کی امت پر محبت اور عاشقیّت ختم ہو گئی۔ آسمان اور زمین نے نہ ایسا محبوب دیکھا اور نہ ایسے عاشق جانِ نثار دیکھے نہ ایسی شمعِ نبوت دیکھی اور نہ ایسے پروانے دیکھے۔

اگر کسی قسم کی نبوت کا بھی دروازہ کھلا ہوا ہوتا تو اسی یارِ غار اور رفیقِ جانِ نثار کو جس کو حق تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ثانیٰ الثنین اور اقلیٰ اور اولوا الفضل کے لقب سے سرفراز کیا ہے اس کو کوئی نہ کوئی ظلی اور بروزِ نبوت ضرور ملتی۔ فاروقِ اعظمؓ کے متعلق ارشادِ نبوی ہے :

لو کان بعدی نبی لکان عمی میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا۔

کلمہ کو محاورہ عرب میں محلات کے لئے مستعمل ہوتا ہے جیسا کہ لوکان فیہما الہة الا اللہ کفسدتا، قل لوکان معہ الہة الا اور امور ممکنہ

کے لئے کلمہ اِنْ اور اِذَا استعمال ہوتا ہے۔ پس اس حدیث میں کلمہ کو کا استعمال اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی ہونا محال اور ناممکن ہے اس لئے بطور فرض محال کے بیان فرمایا کہ اگر میرے بعد نبی ہونا ممکن ہوتا تو عمرہ نہ ہوتا لیکن میرے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کی بھی نبوت باقی ہوتی تو عمرہ کے لئے ضرورتاً ثابت فرماتے۔ اس لئے کہ خود حضور نے حضرت عمرہ کو فاروق اور محدث من اللہ اور علیہم بالصواب جیسے معزز القاب سے سرفراز فرمایا ہے۔

مسند بنار اور معجم طبرانی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری چار وزیروں سے تائید فرمائی دو آسمان والوں میں سے ہیں ایک جبریل اور ایک میکائیل اور دو زمین والوں میں سے ہیں ابوبکرؓ اور عمرہؓ (خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۲۰۰)۔ معلوم ہوا کہ ابوبکرؓ اور عمرہؓ زمین میں جبریل اور میکائیل کا نمونہ اور ہم رنگ ہیں اور حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر باتدبیر ہیں مگر کسی قسم کے نبی نہیں۔ اور اگر بالفرض والتقدیر نبی ہوتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع اور امتی ہوتے مگر یہ بھی معلوم ہوا کہ نبوت بالکل ختم ہو چکی ہے۔ حسب شہادت نبوی ابوبکر و عمر کی تو یہ شان تھی۔

نقش آدم لیک معنی جبریل

رستہ از جملہ ہوا و اوقات و قیل

جب رشک جبریل و میکائیل نبی نہ ہوئے تو کیا ہم رنگ عزرا زیل نبی بنیں گے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تبوک تشریف لے جانے لگے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اہل بیت کی نگرانی کے لئے چھوڑا تو حضرت علیؑ نہ بخیدہ ہو کر عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ مجھ کو بیچوں اور عورتوں میں چھوڑ کر تشریف لے جائے ہے میں (یعنی دوسرے اجباب تو جہاد میں حضور کے ہم رکاب ہوں گے اور میں یہاں غمِ فرقت میں بے تاب رہوں گا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی تسلی کے لئے یہ ارشاد فرمایا:-

الارضی ان تکون منی لے علی! کیا تو اس بات پر رضی نہیں؟
بمنزلہ ہارون فرموسی کہ تجھ کو مجھ سے وہ نسبت ہو کہ جو ہارون
الا انه لیس نبی بعدی - کو موسیٰ علیہ السلام سے تھے لیکن میرے
 بعد کوئی نبی نہیں۔

حضرت ہارون علیہ السلام مستقل نبی نہ تھے بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وزیر اور تابع تھے اور توریت اور شریعت موسویہ کے تابع تھے۔ مطلق نبوت میں دونوں شریک تھے۔

خلاصہ کلام یہ کہ حضرت ہارون علیہ السلام کو دو چیزیں حاصل تھیں۔ ایک تو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ شرکت فی النبوت اور دوسری وزارت اور نیابت۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک جاتے وقت جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ فرمایا کہ تو میرے جانے کے بعد میرا قائم مقام ہے جیسا کہ ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے قائم مقام تھے کوہِ طور پر جانے کے بعد تو غلط فہمی سے

لے کا قال تعالیٰ: اَکْبَرُ الْعِلْمِینَ وَاجْعَلْ لِّی وَزِیْرًا مِّنْ اَهْلِ هَارُونَ ؕ اِنَّ مِنْ عِوَاذِ اللّٰهِ عَنهُ۔

پچھنے کے لئے یہ ارشاد فرمایا ”الا انه ليس بعدى نبى“ یعنی تم صرف میرے نائب اور قائم مقام ہو گے، نبی نہ ہو گے۔ تم کو حضرت ہارون سے صرف قائم مقامی اور نیابت میں مشابہت ہے، نبوت میں مشابہت نہیں اس لئے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ معلوم ہوا کہ الا انه ليس بعدى نبى میں نبوت غیر مستقلہ کی نفی مراد ہے اس لئے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے مستقل نبوت کا تو تو تم بھی نہیں ہو سکتا اور پھر خصوصاً آپ کی موجودگی اور زمانہ حیات میں کس کو یہ وہم اور خطرہ ہو سکتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو من جانب اللہ مستقل کتاب اور مستقل شریعت عطا ہو جائے گی۔ اور مستقلاً ان پر اللہ کی وحی نازل ہونے لگے گی۔ علاوہ انہیں مستقل نبی کا کسی کے قائم مقام ہونا اس کے استقلال کے منافی ہے۔ اب اس تمام تقریر سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ الا انه ليس بعدى نبى میں نبوت غیر مستقلہ کی نفی مراد ہے۔

اور علیؑ ہذا اگر حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیمؑ زندہ ہوتے تو وہ بھی مستقل نبی نہ ہوتے بلکہ آپؐ ہی کی شریعت کے تابع ہوتے۔ معلوم ہوا کہ آپؐ کے بعد نبوت غیر مستقلہ بھی باقی نہیں رہی اور یہ تمام روایتیں نہ باہم متعارض اور متناقض ہیں اور نہ آیت خاتم النبیینؐ اور حدیث ”لانی بعدی“ کے معارض اور منافی ہیں اس لئے کہ سب جگہ حکم فرضی اور تقدیری ہے اور مطلب سب کا یہ ہے کہ اگر فرض محال میرے بعد نبوت باقی ہوتی تو میرے بعد صحابہ کی ایک جماعت ہوتی جن کو میرے بعد نبوت ملتی جن میں عمرؓ اور علیؓ اور ابراہیمؑ ہوتے لیکن میرے بعد نبوت نہیں۔ اس لئے میرے صحابہ میں سے کسی کو نبوت نہیں ملی۔

وہم چہارم

خاتم النبیین کی آیت میں النبیین پر الف لام عہد کا ہے اور النبیین سے خاص تشرعی انبیاء مراد ہیں کہ جو جدید کتاب اور جدید شریعت لے کر آئے۔ لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشرعی انبیاء کے خاتم ہوں گے مطلق انبیاء کے خاتم نہ ہوں گے۔

اہم پہلے یہ ثابت کر چکے ہیں کہ النبیین میں الف لام استعراق کا ہے اور لغت ازالہ اور محاورہ عرب کے اعتبار سے خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین کے ہیں یعنی تمام انبیاء کے ختم کرنے والے۔ الف لام عہد کے لئے یہ شرط ہے کہ معبود کا کلام سابق میں صراحتاً یا اشارۃً ذکر ہو۔ اور اس آیت کے سیاق و سباق میں کہیں تشرعی انبیاء کا ذکر نہیں بلکہ مطلق انبیاء کا ذکر ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے: سُنَّتَ اللّٰہِ فِی الَّذِیْنَ خَلَقَ مِنْ قَبْلِ اِنِّیْ قَوْلَ الَّذِیْنَ یَبْلَغُوْنَ رَسَالَتِ اللّٰہِ وَیَحْشَوْنَہٗ وَلَا یَحْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰہَ۔

الَّذِیْنَ خَلَقَ مِنْ قَبْلِ میں تمام انبیاء داخل ہیں اور علیٰ ہذا خدا تعالیٰ کے پیغمبر کو پہنچانا اور سولہ خدا کے کسی سے نہ ڈرنا یہ مطلق نبوت کے لئے لازم اور نبی کے لئے ضروری ہے ورنہ آیت کے یہ معنی ہوں گے کہ احکام خداوندی کی تبلیغ اور سولہ خدا کے کسی سے نہ ڈرنا، یہ فریضہ فقط تشرعی انبیاء کا ہے۔ غیر تشرعی نبی کے لئے یہ باتیں ضروری نہیں ہیں۔

علاوہ ازیں مرزا صاحب تو اس معمولی اور گھٹیا نبوت پر راضی نہیں ہو رہے تو مستقل نبوت اور مستقل رسالت کے اور تشرعی نبوت کے مدعی ہیں۔

مرزائی جماعت سے چند سوال

یہ مسئلہ فریقین میں متفق علیہ ہے کہ تشرعی نبوت کا دعویٰ کفر ہے خود مرزا صاحب کی تصریحات اس پر موجود ہیں کہ جو شخص تشرعی نبوت کا دعویٰ کرے — وہ شخص کافر اور دائرۃ اسلام سے خارج ہے۔ اختلاف صرف نبوت غیر مستقلہ کے بارے میں ہے کہ آیا وہ جاری ہے یا وہ بھی ختم ہو گئی۔ اس لئے اب اس کے متعلق فریق مخالف سے چند سوال ہیں:-

(۱) یہ کہ مرزا صاحب نے اول اپنی کتابوں میں تشرعی نبوت کے دعویٰ کو صریح کفر قرار دیا اور پھر خود مصراۃً تشرعی نبوت کا دعویٰ کیا۔ کیا یہ صریح تناقض اور تعارض نہیں؟ اور کیا مرزا صاحب خود اپنے اقرار سے کافر نہیں ہوئے؟

(۲) یہ کہ جب مرزا صاحب تشرعی نبوت اور مستقل رسالت کے مدعی ہیں تو پھر ان کو خاتم النبیین میں اس تاویل کرنے سے کہ غیر تشرعی نبی مراد میں کیا فائدہ ہوا؟

(۳) یہ کہ نصوص قرآنیہ اور حدیث نبویہ سے مطلقاً نبوت کا انقطاع اور اختتام معلوم ہوتا ہے اس کے برعکس کوئی ایک روایت بھی ایسی ہے کہ جس میں یہ بتلایا گیا ہو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت غیر مستقلہ کا سلسلہ جاری رہے گا۔ اگر ہے تو پیش کی جائے۔

(۴) یہ کہ نبوت غیر مستقلہ کے ملنے کا معیار اور ضابطہ کیا ہے؟

(۵) کیا وہ معیار حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں موجود نہ تھا کہ جس کی بناء پر حضرات صحابہ باوجود افضل الامۃ اور خیر القرون ہونے کے اس منقبت سے محروم رہے۔

(۶) کیا اس سارے تیرہ سو سال کی طویل وعریف مدت میں ائمہ حدیث اور ائمہ اجتہاد اور اولیاء و عارفین اور اقطاب و ابدال و مجددین میں سے کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں گزرا کہ جو علم و فہم اور ولایت اور معرفت میں مرزا صاحب کے ہم پلہ ہوتا اور نبوت غیر مستقلہ کا منصب پاتا۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری امت میں سوائے قادیان کے دہقان کے کوئی بھی نبوت کے قابل نہ نکلا۔

(۷) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہت سے لوگوں نے نبوت کے دعوے کئے بعض ان میں سے تشریعی نبوت کے مدعی تھے جیسے صالح بن طریف اور بہاء الحق بابی اور بعض غیر تشریعی نبوت کے مدعی تھے جیسے ابو عیسیٰ وغیرہ۔ ان سب کے جھوٹا ہونے کی کیا دلیل ہے؟ وہ بھی کوئی ظلی اور بروزی اور مجازی وغیرہ کی تاویل کر لیں گے۔

وہم پنجم

خاتم النبیین کا اطلاق ایسا ہے جیسا کہ کسی کو خاتم المحدثین اور خاتم المفسرین لکھتے ہیں۔ کسی کے نزدیک یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اب اس کے بعد کوئی محدث اور مفسر پیدا نہ ہوگا۔ بلکہ یہ کلام بطور مبالغہ استعمال ہوتا ہے۔

مرزائی جماعت کا یہ بڑا مایہ ناز شبہ ہے اور طرہ یہ ہے کہ اس کی تائید میں ایک روایت بھی پیش کرتے ہیں۔ وہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عہد محترم حضرت عباسؓ سے فرمایا:-

اظمئن یا عوفانک خاتم
اسمہا؛ آپ الامینان رکھئے اس لئے

المهاجرین فی الہجرۃ کما
کہ آپ ہجرت کے بارے میں ایسے ہی
ان خاتم النبیین فی النبوة۔
خاتم المہاجرین میں جیسے میں دربارہ
(کنز العمال ج ۶)۔
نبوت خاتم النبیین ہوں۔

اس وسوسہ کا جواب یہ ہے کہ خاتم المفسرین اور خاتم المحدثین اور خاتم المحققین
ازالہ اس قسم کے محاورات میں بھی خاتم کے معنی آخری کے ہیں۔ بندہ کو چونکہ آئندہ کی
خبر نہیں ہوتی اس لئے اپنے زعم کے مطابق یہ سمجھ کر کہ یہی آخری محدث اور آخری مفسر
ہیں۔ خاتم المحدثین اور خاتم المفسرین کہہ دیتا ہے۔

یہ محاورہ اسی مقام پر استعمال ہوتا ہے کہ جہاں کسی کی افضلیت ثابت کرنی
ہو اور ظاہر ہے کہ افضلیت جب ہی ثابت ہو سکتی ہے کہ جب کمال اور افضلیت
کا آخری اور انتہائی درجہ اس کے لئے ثابت کیا جائے چونکہ بندہ اس قسم کے الفاظ
کو مجاز اور مبالغہ پر معمول کیا جاتا ہے۔ کیونکہ ہر شخص جانتا ہے کہ محدثیت اور محققیت
کمالات کبھی میں سے ہے جو بندہ کے کسب اور اختیار سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ قیات
تک ان کا دروازہ کھلا ہے گا۔ کسی کو خاتم المحدثین کہنے کے بعد کسی کا تو کیا خود کہنے والے
کا بھی یہ گمان نہیں ہوتا کہ اب اس کے بعد کوئی محدث پیدا نہ ہوگا۔ پس باوجود اس
علم کے یہ محاورہ یا تو بطور مبالغہ بولا جاتا ہے یا بطور تاویل کے کہ یہ اپنے زمانہ کے آخری
محقق اور آخری محدث ہیں۔ ورنہ اگر اس قسم کی تاویل نہ کی جائے تو یہ کلام لغو اور
بہل بلکہ صریح کذب ہوگا۔ خلاصہ کلام یہ کہ یہ کلام اس ظلم و جہول اور نادان انسان
کا ہے جس کو یہ خبر بھی نہیں کہ کل کون محدث اور مفسر اور کون فاسق و فاجر پیدا ہوگا۔
اس نے اپنے زعم اور اپنے خیال کی بناء پر اگر کسی کو خاتم المحدثین اور خاتم المفسرین کہہ

دیا تو کیا خداوند علام الغیوب کہ جس کے علم محیط سے کوئی ذرہ باہر نہیں اس کے کلام حقیقت الیتام کو بھی اسی بندہ ظلم و جہول کے ظنی اور تخمینی اور مبالغہ آمیز کلام پر قیاس کیا جائے گا۔ حاشا وکلا ہرگز نہیں۔ اس عظیم و خمیر نے جس کے لئے خاتم النبیین کا لفظ ارشاد فرمایا ہے، وہ یقیناً حقیقت پر محمول ہوگا۔ خداوند علام کے کلام کو کسی طرح مجاز اور شاعرانہ مبالغہ پر محمول نہیں کیا جاسکتا۔ بلا ضرورت حقیقت کو چھوڑ کر مجاز کو اختیار کرنا باجماع علماء اصول و عربیت ناجائز ہے۔ علاوہ ازیں جنب آیات اور روایات اور اقوال صحابہ و تابعین اور تمام مفسرین اور محدثین کی تصریحات سے یہ ثابت ہو گیا کہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کے ہیں تو اب اس کے بعد کسی کو لب کشائی کا منصب ہی باقی نہیں رہتا۔ عجیب بات ہے کہ جس ذات بابرکات پر خاتم النبیین کی آیت نازل ہوئی اس کے بیان کردہ معنی تو معتبر نہ ہوں اور مرزائی صاحبان کے لئے سیدھے بیان کردہ معنی معتبر ہو جائیں۔ اور اگر بالفرض والتقدیر خاتم النبیین کے یہی عرفی اور مجازی اور تاویلی معنی مراد لئے جائیں تو پھر آپ کی خصوصیت ہی کیا ہوئی؟ حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کو بھی اس عرفی معنی کے اعتبار سے خاتم النبیین کہہ سکتے ہیں۔

حدیث عباس کا مطلب

رہا حدیث عباس کا مطلب؛ سو وہاں بھی خاتم بمعنی آخری ہے و جہ اس کی یہ ہے کہ فتح مکہ سے پہلے ہجرت فرض تھی۔ فتح مکہ کے بعد ہجرت فرض نہ رہی تھی جیسا کہ بخاری کی حدیث میں ہے لا ہجرة بعد الفتح حضرت عباسؓ نے فتح مکہ سے کچھ ہی قبل

ہجرت فرمائی جیسا کہ اصحابہ میں ہے :-

ہاجر قبل الفتح بقلیل و شہد
حضرت عباس نے فتح مکہ سے کچھ ہی
پہلے ہجرت فرمائی اور فتح مکہ میں حاضر
الفتح -
(اصحابہ صفحہ ۶۶۸-۶۷۰)

اس لئے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اس کا صدمہ اور غم تھا کہ میں ہجرت میں
سابقین اولین میں سے نہ ہوا اور سابقیت کی فضیلت مجھ کو حاصل نہ ہوئی تو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تسلی کے لئے ارشاد فرمایا کہ اگر سابقیت کی فضیلت مجھ کو
حاصل نہ ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تسلی کے لئے ارشاد فرمایا کہ اگر سابقیت
کی فضیلت فوت ہو گئی تو خاتمت کی فضیلت تو حاصل ہو گئی جس طرح سابقیت فضیلت
کی وجہ ہے اسی طرح خاتمت بھی فضیلت کی وجہ ہے اور فرمایا کہ تم خاتم المہاجرین ہو۔
جس طرح میں خاتم النبیین ہوں۔ دونوں جگہ خاتم کے معنی آخری کے ہیں۔ حضرت عباس رضی
آخری مہاجر تھے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی تھے۔

وہم ششم

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ آپ یہ فرماتی ہیں تو لو
خاتم النبیین ولا تقولوا الانبیاء بعدہ یعنی آپ کو خاتم النبیین کہو مگر یہ نہ کہو کہ
”لا نبی بعدہ“ کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ لہذا معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ صدیقہ
کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی آ سکتا ہے۔ نبوت ابھی ختم نہیں ہوئی۔
ازالہ | حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ ارشاد بتمامہ مجمع البحار کے تکرار میں مذکور

ہے۔ مرزائی جماعت نے اس کو نامتام نقل کیا ہے۔ ہم اس کو بعینہ اور بتمامہ نقل کرتے ہیں وہو ہذا۔

وفی حدیث عیسیٰ
انہ یقتل الغنیر
ویکسر الصلیب و
یزید فی الحلال اے
یزید فی حلال نفسہ
بان یتزوج قبل رفعہ
الی السماء فزاد بعد
الہبوط فی الحلال
فجبئذ یؤمن کل
احد من اهل الکتاب
یتیقن بانہ بشر و
عن عائشۃ قولوا انہ
خاتم الانبیاء ولا
تقولوا لا نبی بعدہ
وہذا ناظر الی نزول
عیسیٰ و ہذا ایضاً
لا ینافی حدیث لانبی

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں ہے
کہ حضرت عیسیٰ نزول کے بعد منزلیہ کو
قتل کریں گے اور صلیب کو توڑیں گے اور
اپنے نفس کی حلال چیزوں میں اضافہ
کریں گے یعنی نکاح کریں گے اور آپ
کی اولاد ہوگی کیونکہ حضرت عیسیٰ نے
آسمان پر اٹھائے جانے سے پہلے نکاح
نہیں فرمایا تھا۔ آسمان سے اترنے کے
بعد نکاح فرمائیں گے (جو لوام بشریت
سے ہے) پس اس حال کو دیکھ کر شخص
اہل کتاب میں سے اُن کی نبوت پر ایمان
لے آئے گا اور اس بات کا یقین کرے گا
کہ عیسیٰ علیہ السلام بلاشبہ ایک بشر ہیں
خدا نہیں جیسا کہ نصاریٰ اب تک سمجھتے
ہے اور عائشہ صدیقہؓ سے جو یہ منقول
ہے کہ وہ فرماتی تھیں کہ آپ کو خاتم النبیین
کہا اور یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی

بعدے لائنہ ۱۷۱۱۱۱
 لا نبی ینسخ شرعہ
 (تکملہ مجمع البیارات)
 (ص ۵۷)
 آنے والا نہیں، ان کا یا ارشاد حضرت
 عیسیٰ کے نزول کو پیش نظر رکھ کر تھا اور
 حضرت عیسیٰ کا دوبارہ دنیا میں آنا حدیث
 لابی بعدی کے منافی نہیں کیونکہ حضرت
 عیسیٰ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ
 وسلم ہی کی شریعت کے تتبع ہوں گے اور
 لابی بعدی کی مراد یہ ہے کہ کوئی ایسا نبی
 نہ آئے گا جو آپ کی شریعت کا نسخ ہو۔
 (انتہی)۔

اب اس عبارت سے صاف ظاہر ہو گیا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
 کا یہ مطلب نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین نہیں، اور آپ کے بعد کسی قسم کی نبی کا
 آنا جائز سمجھتی ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ کلمہ لا نبی بعدی کے ظاہری عموم سے یہ مفہوم ہوتا
 ہے کہ آپ کے بعد اگلا اور پچھلا اور پورا کوئی نبی نہیں آئے گا۔ حالانکہ احادیث صحیحہ
 اور صحیحہ اور متواترہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نزول قطعاً ثابت ہے۔
 اس لئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو یہ خیال ہوا کہ مبادا عوام اس ظاہری عموم کی وجہ سے
 حدیث لا نبی بعدی کو نزول عیسیٰ بن مریم کے منافی اور معارض نہ سمجھ جائیں اس لئے
 احتیاطاً اس موسم لفظ کے استعمال سے منع فرمایا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے محض عوام کو
 ابہام سے بچانے کے لئے لا نبی بعدی کہنے سے منع فرمایا۔ اور اسی قسم کا قول حضرت
 مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

عن الشعبي قال قال رجل
عند المغيرة بن شعبه
صلى الله على محمد خاتم
الانبياء لا نبى بعده -
فقال المغيرة بن شعبه
حسبك اذا قلت خاتمو
الانبياء فاننا كنا نحدث
ان عيسى عليه السلام
خارج فان هو خرج فقد
كان قبله وبعده -
(تفسير درمنثور)

شعبي سے منقول ہے کہ ایک شخص نے
حضرت مغیرہ بن شعبہ
رحمت نازل کرے محمد پر جو کہ خاتم
الانبیاء ہیں اور ان کے بعد کوئی نبی نہیں
حضرت مغیرہ نے فرمایا خاتم الانبیاء کہہ
دینا کافی ہے یعنی لانی بعدہ کہنے کی
ضرورت نہیں کیونکہ ہم کو یہ حدیث پہنچی
ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام پھر تشریف لائیں
گے۔ پس جب وہ آئیں گے تو ایک اُن
کا آقا رسول اللہ علیہ وسلم سے پہلے
ہوا اور ایک آما حضور کے بعد ہو

گا

صفحہ ۲ ج ۵)

پس جس طرح حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ ختم نبوت کے قائل ہیں مگر محض عقیدہ
نزل عیسیٰ بن مریم کی حفاظت کے لئے لانی بعدی کہنے سے منع فرمایا اسی طرح
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ختم نبوت کے عقیدہ کو تو خاتم النبیین کے لفظ
سے ظاہر فرمایا اور اس موہم لفظ کے استعمال سے منع فرمایا کہ جس لفظ سے عیسیٰ علیہ السلام
کے نزول کے خلاف کا ابہام ہوتا تھا اور حاشایہ مطلب ہرگز نہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کی نبوت کو جائز کہتی ہیں۔ اور دلیل اس کی یہ ہے کہ
لانی بعدی کا لفظ احادیث مشہورہ سے ثابت ہے اور خود حضرت عائشہ صدیقہ

رضی اللہ عنہا سے یہ روایت ہے :-

عن عائشة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال لا یبقی بعدہ من النبوة الا المبشرات قالوا یا رسول اللہ وما المبشرات قالوا یا رسول اللہ وما المبشرات قال الزویا الصالحات یراها المسلمون تری لہ۔۔۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد برکت کے اجراء میں سے سوائے مبشرات کے کوئی جزو باقی نہیں رہے گا۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ مبشرات کیا چیز ہیں؟ آپؐ نے فرمایا اچھا خواب جس کو مسلمان خود دیکھے یا کوئی دوسرا اس کے لئے دیکھے۔

(کنزانی الکفر وراۃ)

(احمد الخطیب)

پس جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ نبوت ختم ہو گئی تو یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے لانی بعدہ کہنے سے اس لئے منع فرمایا کہ وہ آپؐ کے بعد نبوت کو جاری سمجھتی تھیں۔ نیز لانی بعدہ کا بعینہ وہی مطلب ہے جو خاتم النبیین کا ہے۔ اختتام نبوت پر دونوں لفظ یکساں طور پر دلالت کرتے ہیں معلوم ہوا کہ مانعت کی یہ وجہ نہیں بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ لفظ لانی بعدہ میں عموم کی وجہ سے بظاہر عوام کیلئے ابہام کا اندیشہ تھا کہ کوئی غلط فہمی سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا انکار نہ

کر دے اس لئے عقیدہ عوام کی حفاظت کے لئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ فرمایا کہ فقط لفظ خاتم النبیین پر اکتفا کرو کیونکہ یہ لفظ انقضاء نبوت و رسالت کے بیان کرنے کیلئے کافی اور شافی ہے اور آپ کی افضلیت اور سیادت کو بھی ظاہر کرتا ہے اور لا نبی بعدی کا لفظ مستعمال کرو جس میں عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے خلاف کا ایہام ہوتا ہے۔ اور لوگوں کے دل میں یہ وسوسہ گزرنے کے یہ حدیث دوسری حدیث کے معارض ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اگر ختم نبوت کی منکر ہوتیں تو خاتم النبیین کہنے کا کیوں حکم دیتیں کہ جو صراحۃً ختم نبوت پر دلالت کرتا ہے۔

عجیب بات ہے کہ مرزا ٹی صاحبان کے نزدیک ایک جھوٹا الاسناد اثر تو معتبر ہو جائے اور صحیح اور صریح روایتوں کا دفتر کا دفتر معتبر نہ ہو۔ اصل بات یہ ہے کہ جو لفظ ان کی خواہش کے مطابق کہیں سے مل جائے وہ تو قبول نہیں آفک لکھا جَاءَ كُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَىٰ اَنْفُسُكُمْ اَسْتَكْبَرْتُمْ۔

مرزائی مفسر کی شہادت

مرزا محمد علی لاہوری اپنے ترجمۃ القرآن ص ۱۵۱ جلد ۳ پر لکھتے ہیں:
 ”اور ایک قول حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا پیش کیا جاتا ہے جس کی سند کوئی نہیں۔
 قُولُوا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ وَلَا تَقُولُوا الْاَنْبِيَاءُ بَعْدَهُ خَاتَمُ النَّبِيِّينَ کہو اور یہ
 یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں اور اس کا یہ مطلب لیا جاتا ہے کہ حضرت عائشہ
 صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک خاتم النبیین کے معنی کچھ اور تھے اور کاش وہ معنی بھی کہیں
 مذکور ہوتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اپنے قول میں ہوتے کسی صحابی کے قول میں

ہوتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں ہوتے مگر وہ معنی دبطن قائل ہیں اور اس قدر حدیثوں کی شہادت جن میں خاتم النبیین کے معنی (انبی بعدی کہے گئے ہیں ایک بے سند قول پر پس پشت پھینکی جاتی ہیں۔ یہ غرض پرستی ہے خدا پرستی نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تیس حدیثوں کی شہادت ایک بے سند قول کے سامنے روکی جاتی ہے۔ اگر اس قول کو صحیح مانا جائے تو کیوں اس کے معنی یہ نہ کہے جائیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مطلب یہ تھا کہ دونوں باتیں اکٹھی کہنے کی ضرورت نہیں خاتم النبیین کافی ہے جیسا کہ مغیرہ بن شعبہ کا قول ہے کہ ایک شخص نے آپ کے سامنے کہا خاتم الانبیاء لانی بعدہ تو آپ نے فرمایا خاتم الانبیاء تجھے کہنا بس ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کا مطلب ہو کہ جب اصل الفاظ خاتم النبیین واضح ہیں تو وہی استعمال کرو یعنی الفاظ قرآنی کو الفاظ حدیث پر ترجیح دو۔ اس سے یہ کہاں نکلا کہ آپ الفاظ حدیث کو صحیح نہ سمجھتی تھیں اور اتنی حدیثوں کے مقابل اگر ایک حدیث ہوتی تو وہ بھی قابل قبول نہ ہوتی چہ جائیکہ صحابی کا قول ہو جو شرعاً حجت نہیں انتہی۔“

دہم، ہفتم

شیخ محی الدین بن عربی اور بعض بزرگوں کے کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے بعد مطلقاً نبوت مرتفع نہیں ہوئی بلکہ شرعی نبوت مرتفع ہوئی اور حدیث نبوی لانی بعدی کا یہ مطلب ہے کہ میرے بعد کوئی ایسا نبی نہ ہوگا کہ جو آپ کی شریعت کے خلاف ہو بلکہ آپ ہی کی شریعت کے ماتحت ہوگا

ازالہ شیخ محی الدین بن عربی اور کل اولیاء اور عارفین اور تمام صوفیائے کرام اس پر متفق ہیں کہ نبوت ختم ہو گئی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء اور آخری نبی ہیں اور جو شخص آپ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے وہ کافر اور مرتد اور واجب القتل ہے۔ نبوت بالکلیہ منقطع ہو گئی آپ کے بعد کسی قسم کی کوئی نبوت باقی نہیں رہی البتہ نبوت کے کچھ اجزاء اور کچھ کمالات امت کے افراد میں باقی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کی کوئی قسم باقی نہیں کہ جس کے ملنے سے کسی کو نبی کہا جاسکے۔ البتہ نبوت کے کچھ اجزاء اور کچھ خصائص اور کچھ فرائض باقی ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں ہے:

ذهبت النبوة وبقيت نبوت تو حاتی رہی اور شارات دینہ المبشرات۔
والمے خواب باقی رہ گئے۔

حدیث میں ہے کہ روئے صالحہ نبوت کا چالیسواں جزو ہے اور کمالات نبوت کے ساتھ متصف ہونا انصاف بالنبوة کو مستلزم نہیں جس طرح سر انسان کا جزو ہے مگر سر کو انسان نہیں کہہ سکتے اسی طرح روئے صالحہ نبوت کا جزو ہے مگر اس کو نبوت نہیں کہہ سکتے اور سچا خواب دیکھنے والے کو نبی نہیں کہہ سکتے اور حضرات صوفیہ کا یہ کلام عین شریعت کے مطابق ہے اور کوئی عالم علماء شریعت میں سے اس کا منکر نہیں۔

جاننا چاہیے کہ یہاں آیات اور احادیث میں دو مضمون آئے ہیں۔ ایک مضمون تو یہ ہے کہ یہ عہد ہی ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا گیا۔ قیامت تک عہدہ نبوت کسی کو نہیں دیا جائے گا۔ دوسرا مضمون یہ ہے کہ نبی اُمّی فداہ نفسی ابی وائی

اشخاص انبیاء کے خاتم ہیں۔ پیغمبروں کے جس قدر افراد دنیا میں آئے تھے وہ آچکے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس سلسلہ کے آخر نبی فرد ہیں۔ پہلے مضمون کو حدیث میں اس عنوان سے بیان کیا گیا۔

عن ابی ہریرۃ قال قال	حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ	ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم یا ایھا الناس انما لہ	وسلم نے فرمایا اے لوگو! نبوت
یبق من النبوة الا المبعوث	میں سے صرف مبعثرت (بشارت
مداد البخاری فی کتاب	دینے والے خواب) باقی رہ گئے ہیں
التعبیر	بخاری نے کتاب التعبیر میں روایت
	کیا ہے۔

اور دوسری حدیث میں ہے ذہبت النبوة وبقیة المبعثرات۔ اس قسم کی احادیث عہدہ نبوت کے ارتفاع اور انقطاع کے بیان کیلئے آئی ہیں۔ اور دوسرے مضمون کہ نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم سلسلہ نبوت کے افراد اور اشخاص کے خاتم ہیں اس کو قرآنِ کریم نے خاتم النبیین کے عنوان سے اور حدیث نے خاتم الانبیاء اور آخر الانبیاء اور لاتبی بعدی کے عنوان سے بیان کیا ہے اور یہ دوسرا مضمون پہلے مضمون کے منافی تو کیا ہوتا بلکہ غایت درجہ مؤید اور مستلزم ہے۔

شیخ محمد الدین بن عربی کی یہی مراد ہے کہ نبوت ختم ہو گئی اور نبوت کے کچھ اجزاء اور کمالات اور مبشرات باقی ہیں۔ چنانچہ شیخ فتوحات میں فرماتے ہیں :-

قاجبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ
 علیہ وسلم ان الرؤیاء لجزء
 من اجزاء النبوة فقد بقى
 للناس فى النبوة هذا وغيره
 ومع هذا لا يطلق اسم النبوة
 ولا النبى الا على المشرع
 خاصة فحجر هذا الاسم
 لخصوص وصف معين فى
 النبوة۔
 (فتوحات ۴۹۵ ج ۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ
 بتلادیا کہ سچا خواب نبوت کا ایک جزء
 ہے لوگوں کے لئے نبوت میں اس
 قسم کے اجزاء باقی رہ گئے ہیں۔ مگر
 باوجود اس کے لفظ نبوت اور لفظ
 نبی کا اطلاق سوائے مشرع کے (یعنی
 جو خدا کی طرف سے احکام شریعتی لے
 کر آئے) اور کسی پر نہیں ہو سکتا اس
 نام کی بندش نبوت میں کسی خاص
 صفت کی بناء پر کر دی گئی ہے۔

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:
 فما تطلق النبوة الا لمن
 اتصف بالمجموع فذلك
 النبى وتلك النبوة التى
 حيزت علينا وانقطعت
 فان جملتها التشريع بالوحى
 الملکى وذلك لا يكون الا
 للنبى خاصة۔
 (فتوحات ۴۹۵ جلد ۲)

نبوت کا اطلاق جب ہی ہو سکتا ہے
 کہ جب نبوت کے تمام اجزاء کے ساتھ
 علی وجہ اکمال و اتمام موصوف ہو۔
 پس ایسا ہی نبی اور ایسی ہی نبوت جو
 تمام اجزاء کو جامع اور حاوی ہو ہم پر
 (یعنی اولیاء پر) بند کر دی گئی اور قطع
 ہو گئی۔ اس لئے کہ منجملہ اجزاء نبوت
 تشريع احکام ہے کہ جو فرشتہ کی وحی

سے ہو اور یہ امر نبی کے ساتھ مخصوص ہے کسی اور کے لئے نہیں ہو سکتا۔

شیخ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا هلك كسوى فلا كسوى
بعدہ واذا هلك قيصى فلا
قيصى بعدہ۔

جب کسری شاہ فارس ہلاک ہو جائے گا تو پھر اس کے بعد کوئی کسری نہ ہوگا۔ اور جب قیصر شاہ روم ہلاک ہو جائے گا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہ ہوگا۔

پس جس طرح قیصر و کسری کے مرجانے کے بعد قیصر و کسری کا نام ختم ہوا اگر مگر ملک فارس اور روم موجود رہا۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت اور نبی کا نام اٹھ گیا مگر نبوت اور اس کے اجزاء مسلمانوں میں باقی ہے یعنی قرآن و حدیث اور کمالات نبوت۔

شیخ کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ نبوت ختم ہو گئی البتہ اس کے کچھ اجزاء اور کمالات اور مبشرات باقی ہیں جیسا کہ ذہبت النبوة و بقیات المبشرات سے صاف ظاہر ہے) اور نبی اور نبوت کا اطلاق اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ نبوت کے تمام اجزاء (جن میں تشریع احکام بوجی ملکی بھی داخل ہے) علی و بعد الکمال والتمام متحقق نہ ہوں اور تشریع احکام بوجی ملکی نبی اور مقام نبوت کے لئے لازم ہے بغیر تشریع کے نبوت متحقق نہیں ہو سکتی۔ نبوت کا اصل دار و مدار تشریع پر ہے۔ جب تشریع نہ ہو تو نبوت بھی نہیں معلوم ہوا کہ شیخ کے نزدیک غیر تشریعی

نبوت نبوت ہی نہیں بلکہ وہ اجزاء نبوت ہیں جن کو اصطلاح صوفیہ میں ولایت کہا جاتا ہے۔ لہذا شیخ اکبر کی طرف یہ نسبت کرنا کہ وہ غیر شرعی نبوت کی بقا کے قائل ہیں بالکل غلط ہے۔ ان کے نزدیک تشریع نبوت کا جزو لاینفک ہے بغیر تشریع کے ان کے نزدیک نبوت ہی متحقق نہیں ہو سکتی نہ یہ کہ نبوت تو ہے مگر شرعی ہے اور جو اجزاء نبوت کے باقی ہیں نہ وہ نبوت ہیں اور نہ ان کی بناء پر نبوت اور نبی کا اطلاق جائز ہے اور اگر بالفرض یہ معنی تسلیم بھی کر لئے جائیں تو عجب نہیں کہ شیخ اکبر کا نبوت غیر شرعی کی بقا سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی طرف اشارہ ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام اگرچہ نزول کے بعد بھی نبی ہوں گے مگر وہ شرعی نبی نہ ہوں گے یعنی اسی سابقہ شریعت پر عامل نہ ہوں گے بلکہ شریعت محمدیہ کے تابع اور ماتحت ہوں گے۔

علاوہ ازیں جب صدیان نصوص اور احادیث نبویہ اور آثار صحابہ و تابعین اور کل علماء شریعت و طریقت کی تصریحات سے یہ معلوم ہو گیا کہ ختم نبوت امت محمدیہ کا جماعی عقیدہ ہے اور خود شیخ اکبر کی بیشمار تصریحات نصوص اور فتوحات وغیرہ میں موجود ہیں کہ نبوت حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی اور آپ آخری نبی ہیں تو پھر ان تصریحات کے بعد شیخ کی محمل اور مبہم عبارات کو پیش کرنا اور ختم نبوت کے بارے میں شیخ کی صریح عبارات کو نظر انداز کر دینا اور نصوص شریعت اور اجماع امت کے خلاف راہ نکالنا کون سا دین اور عقل ہے۔

نبوت رسالت کا انقطاع اور اختتام اور کمالات نبوت کا بقا اور دوام اور حضرات صوفیہ کا کلام معرفت الہیام

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ

ہرگز در بیش و کم نمے باید زد از حد بیرون قدم نمے باید زد
عالم بہہ مرآت جمال از لی است مے باید دید و دم نمے باید زد

کل ما فی الکون وہم او خیال

او عکس فی المرآیا او ظلال

موجود حقیقی صرف ایک ہے جب جل مجدہ کی ذات بابرکات ہے اور باقی
سب معدوم۔ سوائے باری تعالیٰ کے کسی کا وجود حقیقی نہیں۔ سب کا وجود مجازی
اور مہموم ہے۔ حقیقی وجود کی تو کسی ممکن نے خوشبو بھی نہیں سونگھی اور سونگھ بھی نہیں
سکتے۔ جس طرح دین اپنی اصل ذات کے اعتبار سے مظلم اور تاریک ہے اور جو روشنی
ہے وہ آفتاب کا ایک عکس اور پرتو ہے اسی طرح سارا جہان اپنی اصل حقیقت کے
لحاظ سے نور وجود سے بالکل محروم اور عاری ہے۔ عدم اور فنا کے سوا اس عالم کی کوئی

حقیقت نہیں۔ کما قال تعالیٰ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقَىٰ وَجْهَ رَبِّكَ ذُو الْعَرْشِ
وَالْاِكْرَامِ ۝ وقال تعالیٰ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهُ ۝ عدم اور فنا کو ممکن کی عین
حقیقت اور یا قیات سے قرار دو کسی صورت میں عدم ممکن سے جدا نہیں ہو سکتا
ہر ممکن کو عدم کا ایک آئینہ سمجھو کہ جس میں واجب الوجود کے وجود ازلی اور صفات
کما لہ منعکس ہو رہی ہیں۔ نور السموات والارض نے اپنے جمال جہاں آراء اور
نور وجود کو کسی آئینے میں دیکھنے کا ارادہ فرمایا اس لئے اپنے بے چون و چگون و نہر
کو اس آئینہ عدم کی طرف متوجہ فرمایا۔ ہر عدم نے اپنی اپنی استعداد اور فطرت کے
مناسب اس کے وجود ازلی اور صفات کمال کے عکس کو قبول کیا جس عدم پر وجود
واجب کا عکس پرتا رہا وہ موجود کہلانے لگا۔ جس کے وجود کی حقیقت عکس اور
پر توہ سے زائد نہیں۔ جیسا کہ کسی نے خوب کہا ہے ۝

کل ما فی الکون دھوا وخیال

او عکس فی المدا یا اذ ظلال

ابتداءے آفرینش سے اسی طرح سلسلہ جاری رہا کہ وجود ازلی اور صفات
قدیمہ کا عکس ممکنات کے عداات پر وقتاً فوقتاً اور متفرقاً پرتا رہا۔ یہاں تک
کہ حق جل شانہ نے اس خلاصہ موجودات اور خلاصہ عالم یعنی انسان کو احسن تقویم
میں پیدا فرمایا تاکہ صفات الہیہ کا مجموعہ اور مظہر اور تجلی گاہ بن سکے۔ جیسا کہ حدیث
میں ہے:

خلق اللہ آدم علی صورۃ۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی

صورت پر پیدا فرمایا۔

پس خلیفہ ساخت صاحب سینہ

تا بود شاہمیش را آئینہ

امام ربانی شیخ مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی خلافت کے لئے اس لئے خاص فرمایا کہ آدمی ایک جامع نسخہ ہے جو کمالات تمام موجودات میں متفرقا ہیں، وہ تنہا انسان میں مجتمعاً موجود ہیں۔ علوی اور سفلی، ارضی اور سماوی، روحانی اور حیوانی تمام کائنات کے نمونے اس میں موجود ہیں۔ انسان عالم امکان کا تو حقیقتہً خلاصہ اور اجمال ہے۔ مگر مرتبہ و جوب سے بطریق صورت (یعنی عکس) اس کو حصہ ملا ہے یعنی واجب جل شانہ کی صفات واجبہ کا مظہر اور تجلی گاہ ہے جیسا کہ حدیث میں ہے:-

ان الله خلق آدم على صورته۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت

پر پیدا کیا۔

مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ، اپنی ذات اور صفات میں بے چون و چگون ہے اور روح آدم کو اپنی شان بے چونی و چگونگی کی ایک تصویر اور نمونہ بنایا۔ اور کسی کا خلیفہ وہی ہو سکتا ہے جو اس کی صورت پر ہو اور چونکہ روح کو بے چون و چگون کی صورت پر پیدا کیا اس لئے حقیقی بے چون و چگون کی گنجائش اس میں ہو سکتی۔ جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے:-

لا یسعنی ارضی ولا سمائی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مجھ کو زمین

ولکن یسعنی قلب عبدالمؤمن سما سکتی ہے اور نہ میرا آسمان لیکن

میرے مومن بندہ کا دل مجھ کو سما سکتا

ہے۔ یعنی میرے عکس اور تجلی کو
برداشت کر سکتا ہے۔

قلبِ ہوس کی تخصیص اس لئے فرمائی کہ بے چونی اور چگونگی کی صورت پر ہوسن
ہی کا قلب رہتا ہے۔ بخلاف کافر کے کہ اس کا قلب چونی اور چندی میں گرفتار
ہو کر وحوش اور بہائم کے ساتھ ملحق ہو جاتا ہے۔ کما قال تعالیٰ اُولَٰئِكَ كَالْاَنْعَامِ
بَلْ هُمْ اَضَلُّ۔ وقال تعالیٰ اِنَّ شَرَّ الْاَلْوَابِ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِیْنَ كَفَرُوا۔ الآية
کذا فی المکتوبات صفحہ ۱۰۱۔

امام غزالی اپنے رسالہ (المفتون بعلی غیر اہل) میں فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ کا
کوئی مثل نہیں کیسے کیسے مثلاً شئیٰ لیکن اس کے لئے مثال ضرور ہے۔ کما قال تعالیٰ
وَكَذَٰلِكَ اَنْشَاَ الْاَعْلٰی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد خلق اللہ آدم علی
صورتہ۔ اس سے مقصود حق جل و علا کی مثال بیان کرنا ہے نہ کہ مثل۔ یعنی
انسان حق تعالیٰ شانہ کی حیات اور علم اور قدرت اور سمع اور بصر اور ارادہ اور
تکلم کی ایک مثال ہے اور انسان حق سبحانہ کی ان صفات سبعہ کا ایک عجیب
نمونہ ہے کہ یہ تمام صفات انسان کے چہرہ سے بیک وقت نمایاں ہیں۔ انسان
اگر ان صفات کے ساتھ متصف نہ ہوتا تو حق تعالیٰ کا ان صفات کے ساتھ
متصف ہونا کیسے سمجھتا اتنی کلامیہ۔

مثال سے مقصود محض تعلیم و تفہیم ہوتی ہے اس لئے بارگاہِ خداوندی میں
مثال دینے کی اجازت دی گئی ورنہ اس کی ذات اس سے بھی پاک اور منزہ ہے۔
لے بڑوں از وہم وقال قلیل من خاک برفرق من و تخیل من !

رحم منرا بر قصورِ فہمہا اے وراءِ عقلمہا و وہمہا

آدم بر سرِ مطلب

پس جس طرح خداوند ذوالجلال کی صفات کمال کا انعکاس ممکنات اور کائنات پر ہوتا ہے۔ اسی طرح کمالاتِ نبوت کا انعکاس قلوبِ امم پر اپنی اپنی استعداد کے موافق ہوتا ہے۔ جس طرح آئینہ اور پتھر اپنی قابلیت اور ذاتی استعداد کے موافق آفتابِ نبوت کی شعاعوں کا عکس قبول کرتے ہیں۔

جس ذاتِ بابرکات کو حق جل شانہ اپنی نبوت و رسالت سے سرفراز فرماتے ہیں۔ وہ ذات اُن صفاتِ کمال کا معدن اور منبع ہوتی ہے کہ جو ذات ممکن کے لئے ممکن ہیں۔ نبی کی ذات صدیقیت، تحدیث اور تفہیم الہی اور امامت اور حکمت اور علم لدنی اور معرفت اور تزکیہ اور ہدایت اور تائید بروح القدس اور خلافت اور ہدی صالح اور سمت حسن اور ردِ بلاء صالحمہ اور تمام اخلاق فاضلہ کی جامع ہوتی ہے۔ نبی کی ذات ان تمام کمالات کے ساتھ بالذات متصف ہوتی ہے اور باقی تمام امت اسی آفتاب کے انعکاس سے ان صفات سے بہتر اپنی استعداد کے بالفرض منور اور روشن ہوتی ہے۔ ہر شخص اپنی اپنی مناسبت اور استعداد اور قابلیت کے موافق آفتاب کے انوار و تجلیات کا عکس قبول کرتا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قلب پر آپ کی شان صدیقیت کا عکس پڑا تو صدیق ہو گئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قلب پر شان تحدیث اور کمالہ خداوندی کا عکس پڑا تو محدث اور مکلم ہو گئے۔ آپ کی شان امامت کا پر توہ ابو عبیدہ پر پڑا تو امین الامت کہلائے۔ عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن مسعود اور

آفتاب کی روشنی قبول کرتے ہیں اسطرح امتی بھی اپنی استعداد کے موافق ہے۔

عبداللہ بن عمر اور زید بن ثابت اور معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہم) پر آپ کی شانِ تعلیم الکتاب والحکمۃ کا عکس پڑا تو فقہاء امت کہلائے۔ ابوذر غفاری پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ زہد اور استغناء عن الدنیا کا عکس پڑا تو زاہد امت کہلائے۔ غرض یہ کہ ہر شخص نے اپنی اپنی فطرت اور طبیعت کے مناسب کمالات نبوت کے انعکاس کو قبول کیا اور اس رنگ میں رنگا گیا۔

خلاصہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کمالاتِ صوریہ اور معنویہ اور احوالِ ظاہری اور باطنی دونوں کی جامع تھی۔ احوالِ باطنی کہ جس میں من جانب اللہ حقائق اور معارف کا انکشاف ہوتا ہے۔ لسانِ شریعت میں اس کو ولایت سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور احکامِ ظاہری کہ جس میں حلال و حرام کے احکام امت کو بتلا جاتے ہیں۔ ان احکام کے مجموعہ کا نام شریعت ہے اور ظاہر ہے کہ ولایت کا تعلق صرف اپنی ذات سے ہوتا ہے اور شریعت کا تعلق دوسروں سے ہوتا ہے۔ اس لئے احکامِ شریعت دوسروں پر حجت ہیں نہ کہ احکامِ ولایت۔ ولایت حجت لازمہ ہے بشرطیکہ قواعد شریعت کے خلاف نہ ہو۔ اور شریعت حجت ملزمہ ہے۔ جس سے دوسروں پر الزام اور حجت قائم ہوتی ہے۔ نیز یہ بھی ظاہر ہے کہ ولایت اور شریعت دونوں نبوت و رسالت کے دو شعبے ہیں۔ اس لئے شیخ اکبر نے شعبۂ ولایت کو غیر شرعی نبوت کے عنوان سے اور شعبۂ شریعت کو شرعی نبوت کے نام سے تعبیر کیا ہے۔ اولیاء امت پر نبوت کے شعبۂ ولایت کا انعکاس ہوا جس کو شیخ اکبر نبوت غیر شرعی کے نام سے موسوم کرتے ہیں جس سے علمِ لدنی کے چشمے ان حضرات کے قلوب صافیہ میں جاری ہو گئے اور قلوب کے امراض اور ان کے اسباب

و علامات اور ان کی تشخیصات اور معالجات ان پر منکشف ہوئے اور اسی گروہ نے احوال باطنی کی محافظت کی اور علم الاحسان یعنی علم التصوف کو مدون کیا۔ اور فقہاء اور مجتہدین کے قلوب پر نبوت کے شعاع شریعت کا عکس پڑا جس کو شیخ اکبر نبوت تشرعی کے نام سے موسوم کرتے ہیں جس سے ان حضرات کی بصیرت اور عقل اور فراست ایسی روشن اور سنوڑ ہو گئی کہ وہ ہی میں سوائے نظر آنے لگے اور ثمری سے ثریا تک ان کی دُور بین نگاہیں پہنچنے لگیں۔ کتاب اور سنت کی عنق اور گہرائیوں میں جو علم کے یواختیا اور جواہر مستور تھے۔ غوطہ لگا کر نکال لائے۔ اس طبقہ نے آپ کی شریعت کی محافظت اور نگرانی کی اور علم احکام اور علم فقہ کو مدون کیا اور احکام شریعت کے حقائق اور دقائق اور لطائف و معارف کے بیان میں تحقیق و تدقیق کے سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچ گئے جن کو دیکھ کر عقل یہ کہتی ہے۔

اگر یک سرِ موئے برتر پریم !

منور و تجلی بسوز و پریم !

جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی خداوندی سے امرت کو حلال و حرام کی تلقین فرمائی۔ اسی طرح ائمہ اجتہاد نے آپ کی شریعت کو سامنے رکھ کر غیر منصوص مسائل میں اجتہاد فرمایا اور احکام حلال و حرام مستنبط فرمائے۔ اور عوام کو ان پر عمل کرنے کا حکم دیا۔ حضرات فقہاء کا اجتہاد اور استنباط تشریع انبیاء کا ایک عکس اور پرتو ہے۔ حضرات انبیاء کی تشریع قطعی اور یقینی ہے اور مجتہدین کی تشریع جو بصورت استنباط ظنی ہے۔ انبیاء کی تشریع مستقل ہے اور مجتہدین کی تشریع انبیاء کرام کے بتلائے ہوئے علوم میں اجتہاد کر سکتے ہیں خود بخود ایذا نہیں کر سکتے۔ تشریع

انبیاء میں نسخہ ہے اور تشریع مجتہدین میں رجوع عن الاجتهاد ہے۔ اور چونکہ نبوت میں شریعت اور تشریع غالب ہوتی ہے اور ولایت مغلوب۔ اس لئے حدیث علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل اور حدیث العلماء درۃ الانبیاء میں علماء کی تخصیص فرمائی اور اسی وجہ سے علماء قیامت کے دن انبیاء و رسل کی صف میں ہوں گے اور ہر نبی کے ساتھ اس کی امت کا ایک دو عالم یا زیادہ اس کے مبین و یسار میں کھڑا ہوگا اور جس طرح انبیاء اپنی اپنی امتوں پر شہید ہوں گے اسی طرح اس امت کے علماء حمام امم پر شہید ہوں گے۔

یہ تمام مضمون ایواقیت و الجواہر ص ۷ ج ۲ سے ماخوذ ہے حضرات اہل علم اصل سے مراجعت فرما سکتے ہیں۔

الحاصل حضرات صوفیہ کی اصطلاح میں نبوت کے دو شعبے ہیں۔ ایک تشرعی شعبہ اور ایک غیر تشرعی شعبہ۔ غیر تشرعی شعبہ کا عکس قلوب اولیاء پر پڑا جس کا ظہور الہام اور انکشاف معارف اور صدور کرامات و خوارق عادات کی شکل میں ہوا اور نبوت کے تشرعی شعبہ کا انعکاس قلوب مجتہدین پر بزرگ اجتہاد ہوا اور یہ اجتہاد حاشا و کلام حاشا و کلام شریعت اور تشریع نہیں بلکہ تشریع نبوی کا ایک ادنیٰ سا عکس اور پرتوہ اور معمولی سا ظل اور سایہ ہے۔

پس جس طرح کمالات الہیہ اور صفات خداوندی کے انعکاس سے کوئی کسی قسم کا اللہ اور خدا نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح کمالات نبوت کے انعکاس سے کوئی کسی قسم کا ہرگز نبی نہیں ہو سکتا۔ تمام اولیاء اور عارفین اس پر متفق ہیں کہ نبوت ختم ہو گئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور اولیاء اللہ اور

عارفین نبوت کے غیر تشریعی شعبہ کے محض عکس اور پرتوہ ہیں۔ نبی نہیں اور فقہاء اور محدثین نبوت کے تشریعی شعبہ کے محض عکس اور پرتوہ ہیں۔ نبی نہیں اور دنیا میں کوئی ولی اور صوفی اس کا قائل نہیں کہ اولیاء غیر تشریعی نبی ہیں اور فقہاء اور محدثین تشریعی نبی ہیں اگر علماء امت کا نبی ہونا ممکن ہوتا تو علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل میں کاف تشبیہ داخل کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ اس لئے کہ مشتبہ اور مشتبہ بہ مغائر ہوتے ہیں۔ اگر علماء امت کو نبوت مل سکتی تو کا نبیاء بنی اسرائیل نہ فرماتے بلکہ جس طرح بنی اسرائیل کو جعل فیکر انبیاء سے خطاب کیا گیا۔ اسی طرح اس امت کو بھی کہا جاتا۔ اور حدیث میں ہے من صلی خلفا عالمہ تقی فکانما صلی خلف نبی جس نے متقی عالم کے پیچھے نماز پڑھی اس نے گویا کہ نبی کے پیچھے نماز پڑھی۔ اس حدیث میں لفظ کا نما بھی اختتام نبوت کی مشیر ہے۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم :

دلیل دوم

قَالَ تَعَالَى الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا

اس آیت شریفہ میں حق بل شاء نے ایک خاص النعام کا ذکر فرمایا ہے جو یہ کہ آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو ہر طرح سے کامل اور مکمل کر دیا۔ قیامت تک کے لئے معاش اور معاد کی تمام ضرورتوں کے لئے ایک مکمل

دستور العمل عطا فرمایا کہ جو حکمتِ علمیہ اور عملیہ اور سیاستِ ملکیہ اور مدنیہ اور عقائد و اعمال اور احکامِ حرام و حلال کا جامع ہے۔ کوئی حکمت ایسی نہیں چھوڑی کہ جس کو صراحتہً یا اشارۃً بیان نہ کرویا ہو۔ جو علوم اور معارف ادیان سابقہ میں تھے۔ ان سب کا عطر اور لبِ باب اس دینِ متین میں لے لیا گیا۔ جس چیز کا صراحتہً بیان کرنا مناسب تھا اس کو اشارۃً بیان کر دیا۔ غرض یہ کہ کوئی شے ایسی نہیں چھوڑی کہ ضرورت اور حاجت ہو۔ اور اس کو بیان نہ کر دیا گیا ہو۔ لہذا اب اس میں نہ کسی اضافہ اور ترمیم کی گنجائش ہے اور نہ کمی اور زیادتی ہو سکتی ہے۔ اسی لئے آپ کا دین تمام ادیان سے بہتر ہوا اور تمام ادیان کا ناسخ ہوا۔ اور تمام ادیان دینِ اسلام سے منسوخ ہو گئے۔ معلوم ہوا کہ یہ دینِ آخری دین ہے اور یہ امتِ آخری امت ہے اور یہ نبیِ آخری نبی ہیں اس لئے کہ ناسخ وہی ہو گا کہ جو آخر ہو گا اور اس اکمالِ دین سے ”میں نے تم پر اپنا انعام اور احسان پورا کر دیا“ کہ تم کو ایسا کامل اور مکمل دین عطا کیا کہ جو کسی کو نہیں عطا کیا۔ اور اسی دینِ اسلام کو ہمیشہ کے لئے تمہارا دین بننے کے لئے پسند کیا۔ یعنی قیامت تک دینِ اسلام ہی کا دور دورہ ہے گا۔ اب اس کے بعد کوئی دوسرا دین نہیں آئے گا جو اس دین کو منسوخ کرے۔ پس تم کو چاہیے کہ اس نعمت کا شکر ادا کرو اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اس کامل دین پر استقامت نصیب فرمائے اور تمہارا جینا اور مرنا اور قبر سے اٹھنا اسی دین پر ہو۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:-

هذه اکبر نعمہ اللہ تعالیٰ حق تعالیٰ شانہ کی اس امت پر یہ سب

علیٰ ہذا الامت حیث اکمل سے بڑی نعمت ہے کہ اس امت کو
 تعالیٰ لہم ودینہم فلا یحتاجون مکمل دین عطا فرمایا کہ جس کے بعد نہ
 الی دین غیرہ ولا الی نبی ان کو کسی دین کی حاجت ہے اور نہ
 غیر نبیہم صلوات وسلامہ کسی نبی کی ضرورت ہے اسی وجہ
 علیہ ولہذا جعلہ اللہ خاتم اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ
 الانبیاء وبعثہ الی الانس و وسلم کو خاتم الانبیاء بنایا اور تمام جن
 الجن۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۳۷) و انس کی طرف مبعوث کیا۔

پس اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی آئے تو وہ کیا بتلائے گا ضرورت
 تو اب کوئی باقی نہیں۔ بقرض محال اگر وہ نبی ہوگا تو یقیناً بے ضرورت اور فالتو ہوگا
 اور ادنیٰ عقل والا جانتا ہے کہ فالتو اور بے کار آدمی کہ جس کی کسی کو ضرورت نہ ہو،
 وہ کبھی نبی نہیں ہو سکتا۔

یہ آیت شریف جس میں اس نعمت عظیم یعنی اکمال دین کا ذکر فرمایا ہے۔
 شامہ میں حجۃ الوداع کے موقع پر عرفہ کے دن یوم جمعہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ
 وسلم پر عصر کے وقت نازل ہوئی جس وقت کہ میدان عرفات میں چالیس ہزار قریب
 کا مبارک اور رشک ملائک مجمع آپ کی ناقۃ مبارک کے ارد گرد تھا۔ اسی مجمع میں
 جو آپ نے خطبہ دیا اس کے متعلق حدیث میں ہے :-

عن ابی امامۃ قال حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم فی خطبۃ یوم حجۃ وسلم نے اپنے حجۃ الوداع کے خطبہ میں

الوداع ایہا الناس لانی
بعدی ولا امة بعدکم
فاعبدوا ربکم وصلوا
خمسکم وصوموا شہرکم
وادوا نکتۃ اموالکم
طیبۃ بها انفسکم و
اطیعوا ولایۃ امرکم
قد خلوا جنتہ ما بکم
کذا فی منتخب الكنز بر
حاشیہ۔ سند امام احمد
بن حنبل ص ۳۹۱ ج ۲۔

یہ ارشاد فرمایا۔ اے لوگو! میرے
بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد
کوئی امت نہیں۔ پس اب وقت
کو غنیمت سمجھو اور اپنے پروردگار
کی عبادت اور بندگی میں لگے رہو۔
اور پانچ وقت کی نماز پڑھتے رہو اور
غوش دہی سے اپنے مالوں کی زکوٰۃ
دیتے رہو اور اپنے اسراء اور خلفاء
کی اطاعت کرتے رہو۔ اگر ایسا کرتے
ہے تو انشاء اللہ تم اپنے پروردگار کی
جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

جس زمان اور مکان میں اکمال دین کی آیت نازل ہوئی اسی زمان اور مکان میں
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خطبہ دیا جس میں یہ اعلان فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں
اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں کیونکہ دین مکمل ہو گیا اس لئے اب نئے نبی کی ضرورت
نہیں اور جب کوئی نبی نہیں تو امت کہاں سے ہو؟ یہ خطبہ درحقیقت اکمال دین کی
آیت کی تفسیر اور شرح ہے تاکہ ہر امت اور بلا متہ معلوم ہو جائے کہ اکمال دین کے
اعلان سے ختم نبوت کا اعلان مقصود ہے۔

دلیل سوم

قَالَ تَعَالَى: وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفْنَا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ

جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ کیے اُن سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ بلاشبہ ہم تم کو زمین کا خلیفہ اور حاکم بنائیں گے جیسا کہ تم سے پہلے بنی اسرائیل کو بنایا تھا۔

اس آیت میں حق تعالیٰ شانہ نے امت محمدیہ پر ایک خاص انعام کا ذکر فرمایا ہے۔ وہ انعام نبوت کی خلافت اور نیابت کا ہے جس کا ظہور خلفاء و راشدین سے ہوا۔ اور خلافت کے معنی نیابت اور قائم مقامی کے ہیں۔ پس اس آیت میں امت سے نبوت کا وعدہ نہیں بلکہ نبوت کی خلافت اور نیابت کا وعدہ ہے۔ یہ کسی آیت اور حدیث میں نہیں کہ ہم کسی کو نبوت عطا کریں گے۔ حالانکہ اس آیت میں اس کے ذکر کا موقع تھا کیونکہ حق تعالیٰ شانہ اپنا انعام اور احسان بیان فرمایا ہے میں اگر آئندہ کسی کو نبوت دینی ہوتی تو بجائے خلافت اور حکومت کے نبوت و رسالت کا وعدہ فرماتے۔ معلوم ہوا کہ نبوت ختم ہو چکی صرف خلافت باقی ہے۔ اب ہم اس بارے میں چند احادیث نقل کرتے ہیں جس سے یہ امر ان شاء اللہ بخوبی واضح ہو جائے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے

عن ابی ہریرۃ عن النبی

صلی اللہ علیہ وسلم قال
 کانت بنو اسرائیل تسوہم
 الانبیاء کلما ہلک نبی
 خلفاء نبی واث لا نبی
 بعدی و سیکون خلفاء
 نیک ثیرون قالوا فما
 تأمرنا قال فوا بیعة
 الاول فالاول اعطوہم
 حقہم فان اللہ
 سائلہم عما استوعام
 متفق علیہ - ۱۷۵
 البخاری فی کتاب
 الانبیاء و مسلو فی
 کتاب الامارۃ -

مردی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کی سیاست
 اور انتظام خود ان کے انبیاء کیا کرتے
 تھے جب کسی نبی کا انتقال ہو جاتا
 تو دوسرا نبی اس کے قائم مقام ہو جاتا
 اور البتہ تحقیق میرے بعد کوئی نبی نہیں
 البتہ خلفاء اور امراء ہوں گے۔ جو
 مسلمانوں کی سیاست اور انتظام
 کریں گے اور بیت ہوں گے۔ صحابہؓ نے عرض
 کیا کہ اس وقت ہمارے لئے کیا حکم ہے؟
 یعنی جب خلفاء بہت ہوں تو اس
 وقت ہم کو کیا کرنا چاہیے۔ آپ نے
 ارشاد فرمایا کہ جس سے پہلے بیعت
 کر چکے ہوں اسکی بیعت کو پورا کرو اور

ان کا حق اطاعت اور فرمانبرداری ادا کرو۔ اور اگر خلفاء متعدد حق رعایت نہ
 ادا کریں تو تم ان کی اطاعت میں کوتاہی نہ کرنا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ خود ان سے
 حق رعیت کے متعلق سوال کرے گا۔ (بخاری و مسلم)

اس حدیث سے صاف طور پر واضح ہو گیا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ البتہ
 خلفاء اور امراء ہوں گے۔ اور یہ سب کو معلوم ہے کہ انبیاء بنی اسرائیل کی شریعت مستقل

زمحق بلکہ شریعت موسویہ اور حکم توریت کے تابع تھی۔ لہذا نتیجہ یہ نکلا کہ جس طرح بنی اسرائیل میں غیر مستقل اور غیر شرعی نبی آتے رہے اس امت میں آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ البتہ خلفاء ہوں گے۔ پہلی امتوں میں سیاست اور انتظام اور اصلاح کے لئے نبوت تھی اور اس امت مرحومہ میں سیاست و اصلاح کے لئے نبوت کے قائم مقام خلافت ہو گئی۔ نبوت ختم ہو چکی ہے، اصلاح اور سیاست کے لئے خلافت باقی ہے گی۔

وعن ابی مالک الاشعری
قال قال رسول الله صلى
الله عليه وسلم ان الله تعالى
بدأ هذا الامر نبوة ورحمة
وكاننا خلافة ورحمة وكاننا
ملكا عضوضا وكاننا عتوا و
جبرية وفساد في الامة -
(رواه الطبراني في الكبير
كذا في كذا العمال ص ۶)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد
فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس امر کو نبوت
اور رحمت بنا کر شروع فرمایا۔ پھر بعد
چندے نبوت تو نہ رہے گی۔ صرف
خلافت اور رحمت رہ جائے گی اور
پھر کاٹ کھانے والی سلطنت اور
پھر تکبر اور تجبر اور امت میں فساد
ہوگا۔

(طبرانی)

وعن ابن عباس قال قال
رسول الله صلى الله عليه وسلم
في النبوة ولكم الخلافة -
(رواه ابن عساکر كذا في الكنز
ص ۶ ج ۶)

ابن عباس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد
فرمایا کہ میرے لئے نبوت ہے، اور
تمہارے لئے خلافت ہے۔

(ابن عساکر)

حق جل شانہ ارشاد فرماتے ہیں:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ
وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَادُّوهُ
الْأَمْرَ مِنْكُمْ -

اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی
اور اس کے رسول کی اور اولی الامر کی
یعنی علماء اور خلفاء کی۔

اس آیت میں تین چیزوں کا حکم دیا:-

۱- اطاعتِ خداوندی۔

۲- اطاعتِ رسول۔

۳- اطاعتِ اولی الامر۔

اور اولی الامر کے متعلق یہ ارشاد فرمایا:-

فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ
فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ
فَدُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ
وَالرَّسُولِ -

پس اگر تم میں اور اولی الامر میں کوئی اختلاف
اور نزاع پیش آجائے تو اللہ اور اس کے
رسول کی طرف رجوع کرنا یعنی کتاب و سنت

کی طرف رجوع کرنا۔

(الایۃ)

اور حدیث میں اولی الامر کے متعلق یہ ارشاد فرمایا:-

السمع والطاعة حق
مالویؤمر بمعصية
فاذا امر بمعصية
فلاسمع ولاطاعة -

علماء اور امراء کی بات سننا اور ان کی
اطاعت حق اور واجب ہے جب تک
معصیت کا امر نہ کریں اور جب معصیت
کا امر کریں اور حکم دیں تو پھر ان کی بات کا
سننا اور اطاعت کرنا جائز نہیں۔

معلوم ہوا کہ آپؐ کے بعد جن کی اطاعت واجب ہوگی وہ اہل الامر ہوں گے۔ نبی نہ ہوں گے کیونکہ نبی سے نزاع اور اختلاف جائز نہیں بلکہ کفر ہے نبی کی تو بے چون و پر اطاعت فرض ہے۔ کما قال تعالیٰ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ۔

نیز حدیث مذکور سے معلوم ہوا کہ اہل الامر اگر معصیت کا حکم دیں تو سمع اور طاعت جائز نہیں۔ اور ظاہر ہے کہ معصیت کا حکم وہی شخص دے سکتا ہے جو نبی نہ ہو۔ یہ ناممکن ہے کہ نبی اور رسول ہو اور پھر اللہ کی معصیت کا حکم دے۔ نیز اختلاف اور نزاع کے وقت اللہ اور اس کے رسول یعنی قرآن اور حدیث کی طرف رجوع کا حکم دیا گیا۔ یہ امر قابل غور ہے کہ نزاع تو پیش آئے گا زمانہ آئندہ میں مگر حکم یہ ہے کہ گزشتہ رسول اور اس پر نازل شدہ کتاب اور اس کی شریعت کی طرف رجوع کرو۔ آئندہ نبی اور اس کی شریعت اور وحی کی طرف رجوع کا حکم نہیں معلوم ہوا کہ آپؐ کے بعد کوئی صاحب وحی نہیں کہ اس کی طرف رجوع کیا جائے۔ آئندہ زمانے میں جو بھی نزاع پیش آئے۔ اسی قرآن و حدیث کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ نیز احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) کی اقتداء اور خلفاء راشدین کی سنت کے اتباع کا حکم دیا۔ کسی ایک ایک حدیث میں یہ نہیں فرمایا کہ میرے بعد آنے والے نبی کا اتباع کرنا۔ معلوم ہوا کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں۔

دلیل چہارم

قَالَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ: وَإِذْ
 أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ
 لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ
 وَحِكْمَةٍ تَخْرُجُ عَنْ رِسُولٍ
 مُصَدِّقٍ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ
 بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ قَالَ
 أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ
 عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ أَصْحَابِي قَالُوا
 أَقْرَرْنَا وَمَا كُنَّا شَٰهِدُونَ
 وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّٰهِدِينَ
 فَمَنْ تَوَلَّىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ
 فَأُولَٰئِكَ هُمُ
 الْفَٰسِقُونَ ۝

اور اس وقت کو یاد کرو کہ جب اللہ
 تعالیٰ نے تمام انبیاء سے عہد اور ميثاق
 لیا کہ تم میری ذات کی کہ جو کچھ
 میں تم کو کتاب اور حکمت دوں اور پھر
 اخیر میں تمہارے پاس ایسا عظیم شان
 رسول آئے جو تمہاری کتاب اور حکمت
 کی تصدیق کرے (یعنی محمد صلی اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم) تو تم ضرور اس پر
 ایمان لانا اور ضرور اس کی مدد کرنا پھر
 اس عہد کے بعد فرمایا کہ کیا تم نے اس کا
 اقرار کیا اور میرے اس پختہ عہد کو قبول
 کیا؟ سب بولے ہم نے اقرار کیا، فرمایا
 کہ اچھا اپنے اس اقرار پر گواہ بھی رہو
 تاکہ جب اقرار کے ساتھ شہادت بھی جمع ہو جائے تو انکار نہ کر سکو اور میں بھی تمہارے
 ساتھ گواہوں میں سے ایک گواہ ہوں اور خوب سمجھ لو کہ اس عہد کے بعد جو اس
 عہد سے روگردانی کرے گا تو ایسے ہی لوگ حکم عدولی کرنے والے ہوتے ہیں۔

اس آیت شریفہ میں اس عہد اور ميثاق کا ذکر ہے جو حق تعالیٰ نے عالم ارواح

میں تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں
 لیا وہ یہ کہ محمد رسول اللہ جو تمہارے سب کے بعد آئیں گے۔ اگر تم میں سے کوئی اُن کا
 زمانہ پائے تو ضرور ان پر ایمان لانا اور ضرور اُن کی مدد کرنا اس سے صاف ظاہر ہے کہ
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد تمام انبیاء کے بعد ہوگی۔ اس لئے کہ حق تعالیٰ کا تمام
 انبیاء کو مخاطب بنا کر یہ فرمانا فتح جَاءَ كُمْ رَسُولٌ (تمہارے سب کے بعد ایک رسول
 آئے گا) اس بات پر صریح دلالت کرتا ہے کہ اس رسول کی آمد تمام انبیاء کے بعد ہو
 گی اور یہ رسول آخری نبی اور آخری رسول ہوگا۔

وعن قتادة انه اخذ الله	حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے فرمے
ميثاقهم بتبصير بعضهم	ہے کہ حق تعالیٰ نے تمام انبیاء سے اس
بعضاً والاعلان بان محمداً	بات کا عہد لیا کہ ایک دوسرے کی تصدیق
رسول الله و اعلان	کریں اور اپنے اپنے زمانے میں اس کا اعلان
رسول الله بان لاني	کریں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول
بعده -	ہیں اور آپ اس کا اعلان کریں کہ آپ
(كذ ان في الذر المنثور)	کے بعد کوئی نبی نہیں۔ (در منثور)

دلیل پنجم

قال الله عز وجل وَاذِ يَرَفَعُ	اور یاد رکھنا کہ جب اٹھاتے تھے ابراہیم
ابنهم القوا عداً مِنَ الْبَيْتِ وَ	(علیہ السلام) بنیادیں خاد کعبہ کی اور

اِسْمَاعِیلُ دَرَبْنَا تَقَبَّلْ مِنَّا
 اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ
 رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ
 لَكَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَا اُمَّةٌ
 مُّسْلِمَةٌ لَّكَ وَارِنَا مَنَاسِكَنَا
 وَتُبْ عَلَیْنَا لَا اِنَّكَ اَنْتَ
 التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ
 رَابِعاً
 وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا
 مِنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ
 اٰیٰتِكَ وَیُعَلِّمُهُمُ
 الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ
 یُزَكِّیْهِمْ لَا اِنَّكَ اَنْتَ
 الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ

اسمعیل (علیہ السلام) اور دعا کرتے ہوئے
 اے پروردگار ہمارے قبول کر ہم سے بیشک
 تو ہی ہے سننے والا جاننے والا۔ اے
 پروردگار ہمارے اور کریم کو فرما بڑا اپنا
 اور ہماری اولاد میں بھی کر ایک جماعت
 فرما بڑا اپنی اور تلامذہم کو قاعدے سے جو
 کے۔ اور ہم کو معاف کر۔ بیشک تو ہی ہے
 تو یہ قبول کرنے والا مہربان۔ اے پروردگار
 ہمارے اور بھیج ان میں ایک رسول انہی
 میں کا کہ پڑھے ان پر تیری آیتیں اور
 سکھلا دے ان کو کتاب اور تہ کی باتیں
 اور پاک کئے انکو۔ بیشک تو ہی ہے بہت
 عزیز ست بڑی حکمت والا۔

ان آیات میں حق جل شانہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں کا ذکر
 فرمایا ہے۔ ان میں سے ایک اُمتِ مسلمہ کے ظہور کی ہے۔ جس کی مصداق یہ اُمت
 محمدیہ ہے جو آخری اُمت ہے اور دوسری دعا سرورِ دُعا عالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ
 وسلم کے ظہور سراپا سرور کی ہے۔

وعن ابی العالیۃ فی قولہ
 تعالیٰ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ
 ابراہیم علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب حضرت
 ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا فرمائی۔ ربنا

رَسُولًا مِّنْهُمْ يَعْنِي أَمَّةً
 مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 فَقِيلَ لَهُ قَدْ اسْتَجِيبَ لَكَ
 هُوَ كَاثِنٌ فِي آخِرِ الزَّمَانِ
 وَكَذَا قَتَلَ السَّيِّدُ وَقْتَادَةَ -
 وَابْعَثْ فِيهِمُ الْخَوَاتِمَ كُلَّهَا
 ارشاد ہوا کہ تمہاری دعا قبول ہوئی -
 یہ امت مسلمہ اور یہ پیغمبر آخری زمانہ میں
 ہوگا ایسا ہی سدی اور قتادہ سے
 مروی ہے -

(تفسیر ابن کثیر)

(تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۱)

ہو کائن فی آخر الزمان سے خاتم النبیین ہونا مراد ہے اور آنحضرت صلی
 اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ

انادعوا ابی ابراہیم -
 اسی طرف مشیر ہے - امام شعبی فرماتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کے صحیفہ میں لکھا ہوا ہے
 یعنی میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا ہوں -
 انہ کائن من ولدک
 تیری اولاد میں بہت قبائل اور گروہ
 شعوب حق یأتی النبی
 ہوں گے یہاں تک وہ نبی آتی ظاہر
 الامی الذی یکون خاتمہ
 ہو کہ جو خاتم الانبیاء ہوگا -
 الانبیاء -

(کنزانی الطبقات لابن سعد ج ۱ و خصائص کنزى للمحافظ السيوطي ج ۱)

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دعا میں یہ فرمایا:
 رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ
 یعنی اے اللہ اس امت مسلمہ میں
 ایک عظیم شان رسول بھیج -
 رَسُولًا

اور یہ نہیں فرمایا،

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمُ رَسُولًا - یعنی اے اللہ ان میں بہت سے نبی

اور رسول بھیج۔

معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم صرف ایک رسول کے مبعوث ہونے کی معافرت تھے کہ جس کے آنے کے بعد کسی نبی اور کسی رسول کی حاجت نہ رہے۔ یاد رہے کہ اس امت مسلمہ کے ظہور کی دعاء اور اس امت کا نام یعنی اسلام اور مسلمان بھی حضرت ابراہیم ہی نے تجویز فرمایا۔ کما قال تعالیٰ مَلَكًا اَبْنٰكُمْ اَبْرٰهِيْمَ هُوَ سَمُّكُمْ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلِ وَفِيْ هٰذَا - اور اس امت مرحومہ کے لئے نبی آخر الزمان کے ظہور اور بعثت کی دعاء بھی حضرت ابراہیم نے کی جو بارگاہِ خداوندی میں قبول ہوئی۔ چونکہ حضرت ابراہیم کی یہ دعاء امت محمدیہ پر عظیم الشان احسان ہے۔ اس لئے بمقتضائے ھَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ہ امت محمدیہ پر یہ لازم قرار دیا گیا کہ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کے بعد کما صَدَقْتَ عَلٰی اَبْرٰهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ اَبْرٰهِيْمَ پڑھا کریں تاکہ اس احسان کا کچھ حق ادا ہو۔

نیز حضرت ابراہیم نے ایک دعاء یہ فرمائی تھی:-

رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا وَّ اَلْحَقْنِيْ
بِالصّٰلِحِيْنَ ۝ وَاَجْعَلْ لِّيْ سُلٰنًا
مِّنْ اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ ۝
اے میرے رب دے مجھ کو حکم اور
ملا مجھ کو نیکوں میں اور رکھ میرا بول چال
پچھلوں میں۔

آخرین سے آخری امت مراد ہے۔ قرآن کریم میں جا بجا امت محمدیہ کو
آخرین سے تعبیر کیا ہے تاکہ اس امت کا آخری امت ہونا معلوم ہو جائے۔
حق تعالیٰ شانہ نے حضرت ابراہیم کی یہ دعاء بھی قبول فرمائی کہ آخرین یعنی اس آخری

امت میں گماصلت علیٰ ابراہیم الخ کے ذریعہ سے قیامت تک آپ کا ذکر
خیر جاری فرمایا۔

دلیل ششم

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ
بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ
لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ
وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ۝

اللہ تعالیٰ ہی نے اپنے رسول کو ہدایت
اور دین حق دے کر بھیجا ہے تاکہ اس کو
تمام دینوں پر غالب کرے اگرچہ مشرکین
کو کتنا ہی ناگوار ہو۔

وَقَالَ تَعَالَىٰ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ
رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ
لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ
وَكُفِيَ بِاللَّهِ تَنْهِيْدًا ۝

وہی ہے جس نے بھیجا اپنا رسول م
سید راہ پر اور سچے دین پر تاکہ وہ
دیکھے اُس کو ہر دین سے اور کافی ہے
اللہ حق ثابت کرنے والا۔

وَقَالَ تَعَالَىٰ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ
رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ
لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ
كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ۝

وہی ہے جس نے بھیجا اپنا رسول راہ
کی جو جھوٹے کو اور سچا دین کو اُس کو
اوپر کرے سب دینوں سے اور پڑے
بڑا مانیں شرک کرنے والے۔

ان تینوں آیتوں سے یہ امر صاف ظاہر ہے کہ یہ دین تمام ادیان کے بعد آیا
ہے اور تمام بل اور ادیان کے لئے ناسخ بن کر آیا ہے اور یہ دین آخری دین ہے۔

قیامت تک یہی دین ہے گا۔ یہ آیت نبوت تشریعیہ کے اختتام کی صریح دلیل ہے اور مرزا صاحب کا دعویٰ بھی نبوت تشریعیہ کا ہے جیسا کہ اُن کی کتابوں سے صاف ظاہر ہے۔

دلیل ہفتم

قَالَ تَعَالَى أَوَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ آيَةٌ أَنْ يَعْلَمَهُ عُلَمَاءُ بَنِي إِسْرَءِيلَ
 کیا لوگوں کے لئے یہ کھلی ہوئی نشانی نہیں کہ اس کتاب اور اس نبی کو علماء بنی اسرائیل
 خوب جانتے ہیں کہ یہ وہی کتاب اور یہ وہی پیغمبر ہیں کہ جس کی پہلے سے آسمانی
 صحیفوں میں خبر دی جا چکی ہے۔ اہل علم اور اہل فہم کے لئے صداقت اور حقانیت
 کی یہ بہت بڑی دلیل ہے کہ دوسرے مذاہب کے علماء بھی اس کی حقانیت کا اقرار
 اور اعتراف کریں۔ چنانچہ بعض تو اپنی خصوصی مجلسوں میں اس کا اقرار کرتے تھے مگر
 دنیاوی مصلح کی بناء پر حق کو قبول نہیں کرتے تھے اور بعضوں نے اعلان یہ اس کا اقرار
 کیا اور شرف باسلام ہوئے۔ اس لئے کہ آپ کی تشریفات اور یہی کی بشارات اور آپ
 کی صفات اور سمات کتب سماویہ میں مذکور تھیں اور اب بھی باوجود کاٹ تراش
 کے بہت کچھ باقی ہے۔

وہ لوگ جو یہودی کرتے ہیں اس سول
 کی جو نبی اُتتی ہے کہ جس کو پاتے ہیں۔
 لکھا ہوئے اپنے پاس توریت اور

کَمَا قَالَ تَعَالَى الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ
 الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي
 يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي

انجیل میں۔

التَّورَةِ وَالْإِنْجِيلِ

جن کو ہم نے دی ہے کتاب بھیجتے ہیں

وَقَالَ تَعَالَى الْكِنَانِ أَتَيْنَاهُمْ الْأَكْتَابَ

اُس کو جیسے بھیجتے ہیں اپنے بیٹوں

يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ

کو اور بیشک ایک فرقہ اُن میں سے

أَبْنَاءُ هُمْ وَإِنَّ قَرِيئًا

البتہ چھپاتے ہیں حق کو جان کر حق

لَيَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَهُمْ

وہی ہے جو تیرا رب کہے۔ پھر تو نہ ہو

يَعْلَمُونَ ۚ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ

شک لاسنے والا۔

فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ۚ

آمد بر سر مقصد

اب ہم روایات سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ توریت اور انجیل اور تمام صحیف سماویہ میں آپ کا خاتم النبیین ہونا لکھا ہوا تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد تمام علماء بنی اسرائیل مرتب نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے منتظر تھے۔ چونکہ توریت اور انجیل محرف ہو چکی ہے اور ابھی سلسلہ تحریف کا جاری ہے، اس لئے ہم نے اس باب میں زیادہ تر احادیث نبویہ اور آثارِ صحابہ و تابعین پر اعتماد کیا ہے۔

مسئلہ ختم نبوت پر توریت اور انجیل اور علامہ بنی اسرائیل کی شہادتیں اور بشائرتیں

پہلی شہادت

عن الشعبي قال في حيلة ابراهيم	امام شعبی فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ
عليه الصلوة والسلام انه	کے صحیفہ میں ہے کہ اسے ابراہیم تیری اولاد
كائن من ولدك شعوب	میں بہت سے گروہ ہوں گے یہاں تک
حتى ياتي النبي الامي الذي	وہ نبی امی ظاہر ہو کہ جو خاتم الانبیاء
يكون خاتمه الانبياء	یعنی آخری نبی ہوگا۔
(طبقات ابن سعد مصلح ۱)	(طبقات ابن سعد)

دوسری شہادت

عن محمد بن كعب القرظي	محمد بن کعب قرظی فرماتے ہیں کہ اللہ
قال ادعى الله الى يعقوب اني	تعالیٰ نے یعقوب علیہ السلام پر رومی
ابعث من ذريتك ملوكا و	بھیجی کہ میں تیری اولاد میں سے بہت
انبياء حتى ابعث النبي الحرمي	سے بادشاہ اور بہت سے نبی مہجوں

الذی تبیی امتہ ہیکل گا جس کی امت بیت المقدس کا
بیت المقدس دھو خاتم ہیکل بنائے گی اور وہ نبی خاتم الانبیاء
الانبیاء واسمہ احمد۔ ہوگا۔ اور نام اس کا احمد ہوگا۔
(طبقات ابن سعد ص ۱۱) (طبقات ابن سعد)

تیسری شہادت

حضرت عائشہ صدیقہ رضی روایت کرتی ہیں کہ مکہ میں ایک یہودی رہتا تھا کہ
جو تجارتی کاروبار کیا کرتا تھا۔ جس رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم توڑے ہوئے توڑہ
یہودی قریش کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا ایک قریش سے پوچھنے لگا کہ کیا اس
رات تم میں کوئی لڑکا پیدا ہوا ہے؟ قریش نے کہا ہم کو علم نہیں۔ یہودی نے کہا:-
انظرو! یا معشر قریش اے گروہ قریش! جو کچھ میں کہہ رہا
واحصوا ما اقول لکم ولدا ہوں اسکی تحقیق و تفتیش کرو اس رات
اللیلۃ نبی هذه الامۃ اس امت کا نبی پیدا ہوا ہے احمد
احمد الاخر بہ شامتہ اُسکا نام ہے آخری نبی ہے مہر نبوت
بین کتفیہ۔ اُس کے دونوں شانوں کے درمیان میں ہے۔

لوگ یہ سن کر مجلس سے اٹھے تلاش کے بعد معلوم ہوا کہ اس رات عبداللہ بن
عبد المطلب کے لڑکا پیدا ہوا ہے۔ یہودی کو آنحضرت نے کہا مجھ کو ابھی لے
چلو اور اس مولود کو دکھلاؤ۔ قریش کے لوگ اس کو لے گئے اور جا کر اس مولود کو
دکھلایا۔ یہودی نے جب آپ کی پشت پر مہر نبوت دیکھی تو بیہوش ہو کر گر پڑا۔

اور بہت حسرت سے کہا کہ اب نبوت اور کتاب بنی اسرائیل سے چلی گئی اور اہل عرب نبوت سے فائز اور کامیاب ہوئے۔

(طبقات ابن سعد ج ۱)

پچھٹی شہادت

پچیس سال کی عمر میں جب حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم خدمت الکبریٰ کا مال تجارت لے کر میرہ غلام کی معیت میں شام گئے اور نسطور راہب سے ملاقات ہوئی تو نسطور راہب نے آپ کا حلیہ مبارک بہت غور سے دیکھا اور دیکھ کر یہ کہا۔

ہو هو آخر الانبياء۔ یہی شخص ہی شخص آخری نبی ہے۔

الی آخر القصة۔ (طبقات ابن سعد ج ۱)

پانچویں شہادت

عامر بن ربیعہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے زید بن عمرو بن نفیل کو یہ کہتے سنا کہ میں ایک نبی کا منتظر ہوں کہ جو بنی اسمعیل اور بھرنی عبدالمطلب میں سے ہوگا مجھے امید نہیں کہ میں اس نبی کو پاؤں۔ میں اُس نبی پر ایمان رکھتا ہوں اور اس کی تصدیق کرتا ہوں اور شہادت دیتا ہوں کہ وہ نبی برحق ہیں۔ اُسے حاضر! اگر تو اس نبی کو پاٹے تو میرا سلام پہنچانا۔

وساخر لك ما نعتہ حتی لا اور میں تجھ کو اس نبی کے حلیہ سے

یحییٰ علیہ السلام قلت ہلم قال
 ہو راجل لیس بالطویل و
 لا بالقصیر ولا بکثیر الشعر
 ولا بقلیلہ و لیس تفارق
 عینیہ حمرة وخاتم النبوة
 بین کتفیه واسمہ احمد
 و هذا البلد مولدہ و مبعثہ
 ثم یرجیہ قومہ متھا
 و یرکھون ما جاء بها
 حتی یرھا جدائی یشرب
 فیظہر امرہ فایاک ان
 تخدع عنہ فانی طفت
 البلاد کلھا اطلب دین
 ابراہیم فکل من اسأل
 من الیہود والنصارے و
 المجوس یقولون هذا
 الدّین و راءک و ینعتونہ
 مثل ما نعتہ لک فیکولون
 لک فبیق نبی غیرک۔

ایسی خبر دوں گا کہ تجھ کو کوئی اشتباہ
 نہ رہیگا۔ میں نے کہا ضرور بتلائیے۔
 زید نے کہا نہ وہ طویل القامت ہو گے
 نہ قصیر القامت میانہ قدموں گے اور
 بال بھی ان کے زیادہ نہ ہوں گے سرخی
 ان کی آنکھوں سے جلا نہ ہوگی۔ مہر
 نبوت دونوں شانوں کے درمیان ہو
 گی نام ان کا احمد ہوگا۔ اور یہ شہر یعنی
 مکہ ان کی جائے ولادت اور مقام نبوت
 ہے اور پھر ان کی قوم ان کو مکہ سے لگا
 گی اور اس نبی کے دین کو ناپسند کرے
 گی یہاں تک کہ وہ نبی شرب یعنی مدینہ
 کی جانب ہجرت کر لگا اور وہاں جا کر
 اس کو غلبہ حاصل ہوگا۔ پس تو اس
 نبی کے بارہ میں دھوکا نہ کھانا۔ میں
 نے دین ابراہیمی کی تلاش میں تمام
 شہروں کو چھان مارا۔ یہود و نصاریٰ
 اور مجوس جس سے بھی پوچھا سب نے
 یہی کہا کہ وہ دین آگے نہ والے ہے۔

(طبقات ابن سعد ص ۱۱۱) اور سب نے اس نبی کے وہی اوصاف بیان

کئے جو میں نے قلم سے بیان کئے اور سب کے سب یہی کہتے تھے کہ اب اس نبی کے سوا کوئی نبی باقی نہیں رہا۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں مشرف باسلام ہوا تو آپ کے سامنے زید کا قول نقل کیا اور زید کا سلام پہنچایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زید کے سلام کا جواب دیا اور اُن کے حق میں دعا و رحمت فرمائی اور یہ فرمایا کہ میں نے زید کو جنت میں دامن ٹھینچتے ہوئے دیکھا۔

چھٹی شہادت

شیخ شاہ یمن نے ایک مرتبہ بلاد عرب کا دورہ کیا۔ جب مدینہ منورہ پر گزر ہوا تو کسی وجہ سے مدینہ کے باشندوں کے قتل کا حکم دیا۔ دو یہودی عالم بادشاہ کے ہمراہ تھے انھوں نے بادشاہ کو منع کیا اور یہ کہا۔

فاغما مجاہد نبی یکون فی
یہ شہر اس نبی کا دارالہجرت ہے جو اخیر
آخذ الزمان۔
زمانہ میں ہوگا۔

بادشاہ نے اپنا ارادہ ترک کیا اور واپس ہوا۔ جب مکہ مکرمہ پر گزر ہوا تو خانہ کعبہ کے منہدم کرنے کا ارادہ کیا۔ انھیں دو عالموں نے بادشاہ کو پھر منع کیا اور کہا یہ گھر براہیم خلیل اللہ کا بنایا ہوا ہے۔

وانہ سیکون لہ شان
عظیم علی یدی ذلک
اور اس خانہ کعبہ کی آئندہ زمانہ میں
ایک عجیب شان ہوگی کہ جو اس نبی

النبي المبعوث في آخر الزمان -
کے ہاتھ پر ظاہر ہوگی جو اخیر زمانے میں مبعوث ہوگا۔

بادشاہ نے خانہ کعبہ کا احترام کیا اور اس کا طواف کیا اور غلاف چڑھایا۔
اور یمن کو واپس ہوا۔ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ ابن عساکر نے اس قصہ کو متعدد طرق کے ساتھ ابی بن کعب اور عبداللہ بن سلام اور عبداللہ بن عباس اور کعب احبار اور وہب بن منبہ سے روایت کیا ہے۔ تفسیر ابن کثیر صفحہ ۶۲ ج ۱-۹

ساتویں شہادت

معجم طبرانی میں جبر بن مطعم سے مروی ہے کہ میں تجارت کے لئے شام گیا وہاں مجھ کو ایک شخص ملا جو اہل کتاب میں سے تھا۔ مجھ سے کہا کہ کیا تمھارے بلاد میں کوئی نبی ظاہر ہوا ہے؟ میں نے کہا کہ ہاں۔ اس نے کہا کہ تم اس شخص کی صورت بھی پہچانتے ہو؟ میں نے کہا ہاں پہچانتا ہوں۔ وہ شخص مجھ کو اپنے گھر لے گیا۔

فساعة ما دخلت فظرت	داخل ہوتے ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ
الى صورة النبي صلى الله	وسلم کی تصویر پر نظر پڑی اور ایک آدمی
عليه وسلم واذا رجل آخذ	کی تصویر دیکھی کہ جبر بن کریم کی ایڑی
بعقب النبي صلى الله عليه	پکڑے ہوئے ہے میں نے پوچھا کہ یہ
وسلم قلت من هذا الرجل	کون شخص ہے کہ جو آپ کی ایڑی پکڑے
القابض على عقبه قال	ہوئے ہے؟ اس نے جواب دیا کہ
انه لم يكن نبى الا كان	اس سے پیشتر کوئی نبی ایسا نہیں گذرا

بعده نبی الاھذا النبی کہ اس کے بعد نبی نہ ہوا ہو۔ مگر یہ نبی
 فانہ لانی بعدہ وھذا کہ اس کے بعد کوئی نبی نہیں اور شخص
 الخلیفۃ بعدہ واذا صفتہ کہ جو ان کی لڑائی پکڑے ہوئے ہے۔
 ابی بکر رضی اللہ عنہ۔ وہ ان کے بعد خلیفہ ہوگا۔ غور سے
 (تفسیر ابن کثیر ص ۲۵ ج ۴) دیکھا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تصویق تھی۔

آٹھویں شہادت

ہر قتل شاہِ روم کے نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوتِ اسلام کا والہ
 نامہ بھیجا جس کا مفصل قصہ صحیحین میں مذکور ہے اور عوام اور خواص میں مشہور ہے۔
 اسی قصہ میں ایک روایت یہ ہے کہ ہر قتل شاہِ روم نے رات کے وقت صحابہ کے
 وفد کو بلایا اور ایک سونے کا صندوق لکالا جس پر قفل بھی سونے ہی کا تھا اس صندوق
 میں بہت سے خزانے تھے۔ جن میں ریشمیں پارچوں پر تصویریں تھیں۔ بادشاہ نے وہ
 تصویریں دکھلائیں اور اخیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر دکھلائی۔ ہم
 نے دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر ہے۔

فذاکراھا صواۃ الانبیاء وانما اس پر بادشاہ نے کہا کہ یہ انبیاء کی
 صلی اللہ علیہ وسلم۔ تصویریں ہیں اور یہ آخری تصویر

(فتح الباری ص ۱۱ ج ۱) خاتم الانبیاء ہی ہے

حافظ عسقلانی ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں :-

اعتقاد ہر قتل فی ذلک کان ہر قتل کا اعتقاد آپ کی نبوت کے بارے

علی ما اطلع علیہ من الاسرائیلیات میں اسرائیلی روایتوں پر تھا اور تمام
دہی طائفتہ بان النبی الذی یخبر دہی اسرائیلی روایتیں اس پر متفق ہیں کہ وہ
فی آخر الزمان من ولد اسمعیل الخ نبی جو اخیر زمانہ میں ظاہر ہوگا وہ حضرت
(فتح الباری ج ۱) اسمعیلؑ کی اولاد سے ہوگا۔

حدیث ہر قتل میں یہ بھی ہے کہ ہر قتل نے عظماء و قوم کو محل میں جمع کر کے یہ خطاب کیا:۔
یا معشر الروم هل لکم فی لے گروہ روم کیا تم اس کو پسند کرتے ہو کہ
الفلاح والرشداً آخر الابداد تم کو دائمی اور ابدی فلاح اور شہ حاصل
ان یتثبت لکم ملککم۔ ہو جائے اور تمہاری سلطنت باقی
(الحديث) ہے۔

حافظ عسقلانی اس کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں:۔

لانہ عرفت من الکتاب ان لا امة بعد هذه الامة ولا دین بعد دینہا وان من دخل فیہ امن علی نفسه فقال له هذا ذلک۔
بادشاہ نے یہ بات اس بنا پر کہی کہ بادشاہ کو کتب سابقہ اور صحف سماویہ سے یہ بات بخوبی معلوم ہو چکی تھی کہ اس امت کے بعد کوئی امت نہیں اور اس دین کے بعد کوئی دین نہیں۔ یعنی یہ
(فتح الباری ج ۱)

آخری امت اور آخری دین ہے جو اس دین میں داخل ہوا وہ مامون ہو گیا۔ اس بنا پر ان کو دین محمدی میں داخل ہونے کا مشورہ دیا۔

اور یہی واقعہ نہایت تفصیل کے ساتھ مستدرک حاکم اور دلائل نبوت سیاحتی میں مذکور ہے۔ جس کو حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر میں ذکر کر کے فرماتے ہیں:

واستادہ لا باس یہ۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۲۹ سہ ماہی ۱۴۱۸ھ)

نویں شہادت

سعد بن ثابت سے مروی ہے کہ یہودی قرظہ بنی قریظہ اور یہودی بنی نضیر کے علماء نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جب صفات بیان کرتے تو یہ کہا کرتے تھے:-

انہ نبی وانہ لانبی بعدہ بلاشبہ یہ نبی ہیں اور ان کے بعد کوئی

واسمہ احمد۔ نبی نہیں۔ اور توریت اور انجیل میں

(خصائص کبریٰ للسیوطی ص ۳۳۷) ان کا نام احمد ہے۔

دسویں شہادت

زیاد بن لبید راوی ہیں کہ ہم مدینہ کے ایک ٹیلہ پر تھے کہ یکایک یہ آواز سنائی دی:-

یا اہل یثرب قد ذہبت لے اہل یثرب خدا کی قسم بنی اسرائیل

واللہ نبوۃ بنی اسرائیل ہذا انجم سے نبوت رخصت ہوئی۔ یہ ستارہ

قد طلعت بمولد احمد وهو آخر ہے کہ جو احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت

الانبیاء مہاجرہ الے کی وجہ سے طلوع ہوا ہے اور نہ نبی

یثرب۔ ہیں اور آخری نبی ہیں ان کا دارِ ہجرت

(خصائص کبریٰ ص ۳۳۷ ج ۱) یثرب یعنی مدینہ ہو گا۔

(فتلک عشوۃ کاملۃ)

دلیل ہشتم

قال الله عز وجل - سُبْحَنَ الَّذِي اسْتَوْى بِعِبَادِهِ كَيْلًا مِّنَ
الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى - وقال تعالى - ثُمَّ دَنَى
فَتَكَلَّمَ فَأَبْكَاهُ فَكَانَ أَبْنًا - فَأَوْفَى إِلَى عِبَادِهِ مَنَّا
أَوْفَى - مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَى - أَفَتَسْمُرُونَ عَلَى مَا يَرَى هَ الْآيَاتِ

ان آیات مبارک میں حق جل شانہ نے اجمالاً واقعہ اسراء اور معراج کو ذکر فرمایا
ہے جس سے مقصود حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت اور سیادت کو ظاہر
کرنا ہے کہ فرش سے لے کر عرش تک معراج سوائے سید الاولین والآخرین اور خاتم
الانبیاء والمرسلین کے کسی ادنیٰ اور رسول کو حاصل نہیں۔ واقعہ کی تفصیل کتب حدیث
اور کتب سیر میں مذکور ہے۔ اس وقت ہم واقعہ اسراء کی چند روایتیں ذکر کرنا چاہتے ہیں،
جس سے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا ظاہر ہوتا ہے۔

پہلی روایت

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام
بلاق پر سوار ہو کر جبل امین کے ہمراہ روانہ ہوئے تو آپ کا ایک جماعت پر گزرا جو بنو
نے آپ کو ان الفاظ سے سلام کیا۔ السلام علیک یا اَوَّلَ، السلام علیک یا اَخِرَ،
السلام علیک یا حَاشِرَ۔ جبل نے کہا کہ ان کے سلام کا جواب دیجئے۔ اور اس
کے بعد بتلایا کہ جن لوگوں نے آپ کو سلام کیا تھا یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے۔ (رواہ البیہقی فی الدلائل تفسیر ابن کثیر ص ۶ سورہ اسراء زرقانی شرح مواہب ص ۶ ج ۶)

دوسری روایت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد اقصیٰ پہنچے تو انتظار میں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام موجود تھے اور ایک گروہ عظیم فرشتوں کا بھی تھا ایک مؤذن نے اذان دی اور پھر قامت کہی گئی اور جبریلؑ کے اشارہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء کرام اور ملائکہ کی امامت کرائی۔ جب نماز پوری ہو گئی تو فرشتوں نے جبریلؑ سے پوچھا یہ کون ہیں؟ تو جبریلؑ نے یہ جواب دیا:

هذه احمد رسول الله خاتمه النبيين

النبيين۔

فوائد

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام انبیاء کرام کی امامت فرمانا یہ آپ کے سید الاولین والآخرین ہونے کی صریح دلیل ہے بلکہ مقصود ہی امامت سے یہ تھا کہ تمام انبیاء پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیادت اور افضلیت ظاہر ہو۔

۲۔ ختم نماز کے بعد فرشتوں کا سوال کرنا اور جبریل امین کا یہ جواب دینا کہ هذا محمد رسول الله خاتم النبيين اس سے مقصود یہ تھا کہ حضرات انبیاء کرام اور ملائکہ عظام کی محفل نور التیام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا اعلان ہو جائے۔

۳۔ حضرت انبیاء اور ملائکہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدام کی اور حضور

کے پیچھے نماز پڑھی۔ ظاہر یہی ہے کہ کسی نے آپ کے پیچھے کوئی حرف فاتحہ وغیرہ کا نہیں پڑھا۔ سب نے نہایت خاموشی کے ساتھ حضور کی قرأت کو سنا۔ اسی وجہ سے امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ قراءت خلف الامام جائز نہیں بلکہ درحقیقت خلاف ادب ہے۔

عجب ست کہ بوخوبت موجود نہا تو بگفتن اندر آئی مار سخن بماند

تیسری روایت

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ساتویں آسمان پر ابراہیم علیہ السلام سے ملے تو حضرت ابراہیم نے فرمایا:-
 یا بنی انک لاق ربک الیلة
 وان امتک اخرا لامم اضعفها
 فان استطعت ان تکون حاجتک
 کلها و اجلها فی امتک فافعل
 اخرجہ ابن عرفہ فی جوثو
 ابو نعیم وابن عساکر۔
 لے بیٹھے آج کی رات تم اپنے پروردگار سے ملو گے اور تیری امت سب سے
 آخری امت ہے اور سب سے زیادہ کمزور
 اور ضعیف ہے جہاں تک ممکن ہوا
 اپنی امت کی سہولت کے لئے کوشش
 کرنا۔

خصائص کبریٰ ص ۱۲۲ ج ۱ و تفسیر ابن کثیر ص ۲۸ ج ۲ سورۃ اسراء اور عبداللہ بن مسعود کی یہ حدیث وان امتک ، اخرا لامم تک فتح الباری ص ۱۶۹ ج ۲ میں بھی مذکور ہے۔

پچوتھی روایت

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے معراج کی طویل حدیث میں مروی ہے کہ جب حق جل و علا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے قرب اور مکالمہ سے سرفراز فرمایا تو اس میں یہ ارشاد فرمایا:-

اور میں نے تیری امت کو اول ام اور	وجعلت امتک ہم الاولین و
آخر ام بنایا یعنی فضیلت اور مرتبہ کے	الاخرین وجعلت من امتک
اعتبار سے اول اور ظہور کے اعتبار سے	اقواماً تلوسہم ناجیلہم جعلتک
آخری امت اور تیری امت میں ایک قوم	اول النبیین خلقاً و آخرہم
ایسی بنائی کہ جن کے دل انجیل ہونگے۔	بعثنا و جعلتک فاتحاً و خاتماً۔
یعنی حفاظ قرآن اور تم کو نورانی اور	خصائص کبرے ملاح۔ ۱۔ و تفسیر
روحانی اعتبار سے پہلانی اور بعثت کے	ابن کثیر طبع ۱، سورۃ اسراء۔
اعتبار سے آخری نبی بنایا اور تم کو پی دورۂ نبوت کا فاتح اور خاتم بنایا۔	

پانچویں روایت

متعدد روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سدرۃ المنتہی کے بعد عرش تک پہنچے اور قرب خاص اور مکالمہ خداوندی سے مشرف ہوئے۔ شیخ اکبر فرماتے ہیں کہ عرش کائنات کا آخری مقام ہے۔ آخری نبی کو آخری مقام تک سیر کرائی تاکہ ان کا آخری نبی ہونا خوب واضح اور آشکارا ہو جائے۔

دلیل نہم

قال اللہ عز وجل عَسَىٰ اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّخْمُودًا

عنقریب تیرا پروردگار تجھ کو مقام محمود پر کھڑا کرے گا۔

احادیث متواترہ اور مجہور اور صحابہ اور تابعین کے اقوال اس پر متفق ہیں کہ مقام محمود سے مقام شفاعت مراد ہے اور احادیث متواترہ سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہے کہ قیامت کے دن شفاعت کی درخواست کا سلسلہ حضرت آدم سے شروع ہوگا اور خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پہنچی اور ختم ہوگا۔ شفاعت کی طویل حدیث میں سلمان فارسیؓ سے مروی ہے کہ اولین اور آخرین جب شفاعت کے لئے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوں گے تو یہ عرض کریں گی۔

انت الذی فتح اللہ بک و آپ ہی ہیں وہ کہ جن سے اللہ تعالیٰ

ختم وغفر لک ما تقدم وما نبوت کو شروع کیا اور انہی پر نبوت کو ختم

تاخر۔ کیا اور اگلی پچھلی بھولی چوک سیاف

(۱۵) ابن ابی شیبہ فتح الباری کی لہذا اب آپ ہماری شفاعت کیجئے

صفحہ ۳ ج ۱۱ کیونکہ جب آپ کی غرضیں سب ممان

ہو چکی ہیں تو پھر شفاعت سے عذر کے لئے کوئی تصور ہی نہیں جسکی بناء پر عذر فرمائیں۔

اور مسند احمد اور ابویعلیٰ کی روایت میں ہے کہ جب اہل حشر حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کی خدمت میں شفاعت کی درخواست لے کر حاضر ہوں گے تو عیسیٰ علیہ السلام جواب میں یہ فرمائیں گے :-

ان محمد رسول اللہ خاتم النبیین خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
قد حضو الیوم قد غفر اللہ ما تقدم من ذنبنا تاخر (کذا فی البدو السافوہ
للحافظ السیوطی ص ۷۸)
ان کے پاس جاؤ۔

اور ایک حدیث میں ہے کہ اہل شہر حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ کہیں گے۔
یا محمد انت رسول اللہ خاتم الانبیاء لے محمد آپ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم الانبیاء
وغفر اللہ لك ما تقدم من ذنبك و میں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی اگلی و پچھلی تمام گزشتہ
ماتخذنا شفعا لنا الی ربك۔ معاف کی میں جب اللہ نے آپ کو یہ تبرع عطا کیا ہے تو
(مسلم ص ۱۰۱ و بخاری) ہمارے لئے شفاعت فرمائیے۔

مقام محمود کی وجہ تسمیہ

اس مقام کو مقام محمود اسلئے کہتے ہیں کہ اولین اور آخرین سب اس درجہ آپ کی حمد ثنا کریں
گے۔ یا وجہ یہ کہ اس روز حضور سجد میں کریں گے اور سجد میں اللہ تعالیٰ کی عجیب و غریب حمد ثنا کریں
گے جس کا اسی وقت منجانب اللہ الہام اور انعام ہوگا اور حکم ہوگا کہ سجد سے سرٹھاؤ جو مانگو گے وہی
عطا ہوگا اور کَسْرَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضَیْ میں اسی طرف اشارہ ہے۔

ہر اذان کے بعد حضور کیلئے مفتاح محمود کی دعا

احادیث میں ہے کہ ہر اذان کے بعد یہ دعا مانگا کروا بَعَثَ مَقَامًا مَّحْمُودًا الَّذِیْ
وَعَدَ قَدْ اِنَّکَ لَا تَخْلُفُ الْمِیْعَادَ مالے اللہ تو ہمارے نبی کو مقام محمود عطا فرما جس کا تونے وعدہ

فرمایا ہے یعنی وہ دن دکھلا جس میں آپ کی سیادت اور افضلیت اور آپ کی خاتمیت اور ختم نبوت و زوالِ مشن کی طرح واضح ہوگی اور تمام اولین اور آخرین آپ کی ختم نبوت کا اقرار کرینگے۔ یاد ہے کہ اس وقت اقرار کرنے والوں میں مرزائی اور قادیانی بھی ہونگے مگر اس وقت کا اقرار مفید نجات نہیں اور یہ بھی خیال ہے کہ اگر اس وقت کسی مسلمان کی نظر کسی قادیانی پر پڑ جائے اور اس سے یہ کہے کہ تم آج کس منہ سے انت رسول اللہ خاتم النبیین کہہ کر شفاعت کی درخواست کرتے ہو تم تو ختم نبوت کے قائل نہ تھے۔ مرزا صاحب کو ڈھونڈو لہو جو تمہارے نزدیک ہر شان میں تمام انبیاء سے بڑھے ہوئے ہیں تو قادیانی صاحب اس کا جواب سوچ لیں۔

دلیل دہم

قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ يُكَيِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْأُخْرَةِ

اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو محکم اور مضبوط قول پر دنیا کی زندگی میں بھی ثابت اور قائم رکھتا ہے اور آخرت کی زندگی میں بھی۔

احادیث سے ثابت ہے کہ یہ آیت سوالِ قبر کے بارے میں نازل ہوئی یعنی اہل ایمان اللہ کی توفیق سے دنیا میں بھی اور قبر میں سوالِ نکیرین کے وقت بھی کلمہ حق پر قائم اور ثابت قدم رہتے ہیں۔

وعن تميم الدارشي في حديث طويل في سؤال القبر فيقول اي لميت الاسلام ديني ومحمد نببي وهو خاتم النبیین فيقولان لمعدت تميم ابي عن النبي صلى الله عليه وسلم في حديث طويل فيقول اي لميت الاسلام ديني ومحمد نببي وهو خاتم النبیین فيقولان لمعدت تميم ابي عن النبي صلى الله عليه وسلم في حديث طويل فيقول اي لميت الاسلام ديني ومحمد نببي وهو خاتم النبیین فيقولان لمعدت

دولہ ابن ابی الدنیا وابویعلیٰ - تہی ہیں اور وہ خاتم النبیین میں - بحیرین کہتے ہیں
(تفسیر درمنثور ج ۶) (ابن ابی الدنیا وابویعلیٰ) تو نے سچ کہا۔

معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا اقرار بھی قولِ ثابت میں داخل ہے۔ لہذا اس آیت سے ختم نبوت پر استدلال صحیح ہے۔

فتلک عشرة کاملتہ

الحمد للہ کہ ختم نبوت کی یہ دس دلیلیں ختم ہوئیں۔ یہ دس دلیلیں فقط دس دلیلیں نہیں۔ بلکہ لائل کی دس قسمیں ہیں اور ہر قسم کے تحت اس کے افراد اور جزئیات ہیں۔ انواع اور تقسام کے تعین سے انضباط میں سہولت ہو جاتی ہے۔ اس لئے اس ناچیز نے یہ طریقہ اختیار کیا۔

اب اس رسالہ کو ختم کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعاء کرتا ہوں کہ اس رسالہ کو اہل ہدایت کے لئے موجب استقامت اور اہل ضلالت کے لئے موجب ہدایت بنائے۔ اور اس آوارہ اور ناکارہ کے حق میں موجب شفاعت بنائے۔ آمین —
آمین یا رب العالمین

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

۲۱ ربیع الاول ۱۳۸۵ھ

مقام بہاولپور